



امام احمد رضا اور حقوق العباد

مصنّف

مفتی فاروق خاں مہائی مصباحی



مولانا علی ریسرچ سینٹر، مینارہ مسجد ممبئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام احمد رضا اور حقوق العباد

مؤلف

مفتی فاروق خاں مہاتمی مصباحی

ناشر



مولانا علی ریسرچ سینٹر، مینارہ مسجد نبوی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : امام احمد رضا اور حقوق العباد

مؤلف : فاروق خان مہانگی مصباحی

Khan170690@gmail.com

تصحیح : مفتی طاہر رضا مصباحی

کمپوزنگ : بدست خود

اشاعتِ اول : ۲۵/ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ - ۳/ نومبر ۲۰۱۸ء

بموقع عرسِ صد سالہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

اشاعتِ دوم : ۱۴۴۶ھ - ۲۰۲۴ء

ہدیہ : ایصالِ ثواب کل مومنین و مومنات

ناشر : مولانا علی ریسرچ سینٹر، مینارہ مسجد، ممبئی ۴

فہرست

انتساب ۱۲

تہذیب ۱۳

دیباچہ طبع دوم ۱۴

دیباچہ طبع اول ۱۵

تصحیح نامہ ۱۷

امام احمد رضا اور حقوق العباد

قلمی کردار ۲۰

حقوق کی العباد کی تعریف ۲۰

حقوق العباد قسمیں ۲۰

دین کی تعریف ۲۰

ظلم کی تعریف ۲۰

دین اور ظلم کے درمیان نسبت ۲۱

پہلا مادہ افتراق ۲۱

دوسرا مادہ افتراق ۲۱

مادہ اجتماع ۲۱

- ۲۱ _____ حقوق العباد بے شمار ہیں
- ۲۲ _____ حقوق العباد کا حکم
- ۲۳ _____ تین قسم کے دفتر ہیں
- ۲۴ _____ مظلوم بکری ظالم بکری سے بدلہ لے گی
- ۲۴ _____ چیونٹی سے چیونٹی کا بدلہ لیا جائے گا
- ۲۵ _____ قیامت میں حقوق العباد کی ادائیگی کیسے ہوگی
- ۲۶ _____ غیبت زنا سے سخت تر ہے
- ۲۷ _____ والدین بچوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ مطالبہ کریں گے
- ۲۸ _____ رب کا بے پناہ رحم و کرم کی مثالیں
- ۳۲ _____ پانچ قسم کے لوگ ہی نچ پائیں گے
- ۳۲ _____ اوّل حاجی
- ۳۴ _____ اس پر دلیلیں
- ۳۵ _____ دوم شہید بحر
- ۳۶ _____ اس پر دلیلیں
- ۳۶ _____ سوم شہید صبر
- ۳۶ _____ اس پر دلیلیں
- ۳۸ _____ چہارم مدیون
- ۳۹ _____ اس پر دلیلیں

- ۴۱ پنجم اولیائے کرام
- ۴۱ اس پر دلیلیں
- ۴۶ عملی کردار
- ۴۶ اعلیٰ حضرت پر کسی کا کوئی حق باقی نہ تھا
- ۴۷ حقوق العباد کے متعلق آپ کی وصیت
- ۴۸ حاجت مند مخلوق کی خدمت

امام احمد رضا اور حقوق استاد

- ۵۱ قلمی کردار
- ۵۱ ۲۵/ حقوق
- ۵۸ ہارون رشید کا اپنے بیٹے کے استاذ کے لیے ادب
- ۵۹ عملی کردار (بحیثیت شاگرد)
- ۶۰ استاد کی باتیں ہمیشہ ذہن نشین رکھتے
- ۶۱ استاد جو بھی پڑھاتے وہ فوراً یاد کر لیتے
- ۶۲ استاد کا بے حد احترام
- ۶۳ استاد سے استفسار

- ۶۶ ----- عملی کردار (بحیثیت استاد)
- ۶۶ ----- استاد کے نقش قدم پر
- ۶۷ ----- طلبہ کو بیٹے کی طرح مانتے
- ۶۸ ----- طلبہ کے لیے قلبی اضطراب
- ۶۹ ----- اپنی خوشیوں میں طلبہ کو بھی شریک کرتے
- ۷۱ ----- آپ کے طلبہ کا آپ سے قلبی لگاؤ
- ۷۲ ----- طلبہ کو عیدی دیتے
- ۷۲ ----- طلبہ کی حوصلہ افزائی فرماتے
- ۷۳ ----- طلبہ کو پہلے سے بڑی ذمہ داری کے لیے تیار رکھتے
- ۷۳ ----- خواب میں تشریف لا کر طلبہ کی رہنمائی فرمائی
- ۷۵ ----- طلبہ کا پریکٹیکل امتحان
- ۷۶ ----- غلطی پر تنبیہ فرماتے
- ۷۷ ----- اپنے طلبہ کا مفید مشورہ قبول فرماتے
- ۷۷ ----- دوسرے طلبہ کی ضرورت کا بھی خیال رکھتے

امام احمد رضا اور حقوق والدین

- [illegible]

- ۱۱۷۔ دل کو تڑپا دینے والی روایت
- ۱۱۸۔ سخت الفاظ میں تنبیہ
- ۱۱۸۔ حافظ کے والدین کو قیامت میں تاج پہنایا جائے گا۔
- ۱۱۸۔ ماں باپ کے قاتل کی نماز جنازہ نہیں۔
- ۱۱۹۔ والد کا اختیار کس قدر ہے۔
- ۱۲۰۔ ستر ہزار کلمہ طیبہ سے والدہ کی بخشش ہو گئی۔
- ۱۲۱۔ نیک والدہ کانیک بیٹا۔
- ۱۲۳۔ عملی کردار۔
- ۱۲۳۔ ادب شعار بیٹا۔
- ۱۲۴۔ والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر ہی سفر حج پر روانہ ہوئے۔
- ۱۲۵۔ والد صاحب کے حکم کے آگے سر تسلیم خم۔
- ۱۳۱۔ ان کا سب کچھ ان کی والدہ کا تھا۔
- ۱۳۲۔ بھائیوں سے اتفاق رکھا۔
- ۱۳۳۔ والد ماجد کے مجلس کا ادب۔
- ۱۳۴۔ خواب میں بارہا والدین کریمین کی زیارت۔
- ۱۳۵۔ کھانا کھلوانا۔
- ۱۳۵۔ غصے والی محبت۔
- ۱۳۶۔ پہلے سے ہی خبردار کر دیا۔

۱۳۷

۱۳۷

۱۳۸

139

۱۳۹

12.

امام احمد رضا اور حقوق اولاد

..... قلمی کردار

۱۴۲

۱۴۸

۱۴۸

150♦

152

152

۱۵۳

153

- ۱۵۴۔ بزرگوں سے فیض یاب فرمایا۔
- ۱۵۴۔ بچوں کو بڑی جاں فشانی سے تعلیم دی۔
- ۱۵۵۔ بچوں کے بچوں کا رشتہ طے فرمایا۔
- ۱۵۶۔ بچوں کی حوصلہ افزائی فرماتے۔
- ۱۵۷۔ نادانی پر تنبیہ۔
- ۱۵۸۔ بچوں کو اپنے ساتھ رکھتے۔
- ۱۶۰۔ کچھ کام بچوں کے سپرد فرماتے۔
- ۱۶۲۔ بچوں میں پیدا شدہ غلط فہمی کا ازالہ فرماتے۔
- ۱۶۳۔ بچوں کو وصیت فرمائی۔

امام احمد رضا اور حقوق زوجین

- ۱۶۶۔ قلمی کردار۔
- ۱۶۷۔ مرد پر بیوی کے حقوق۔
- ۱۶۸۔ عورت پر شوہر کے حقوق۔
- ۱۷۰۔ عملی کردار۔
- ۱۷۰۔ بڑی مہمان نواز تھیں۔
- ۱۷۱۔ اعلیٰ حضرت پر بار نہ ڈالتی۔
- ۱۷۵۔ زندگی بھر کڑی خدمت کرتی رہیں۔

انتساب

فکر رضا کی ترویج و اشاعت کا عظیم مرکز
دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی
اس کے بانی مفتی عبدالرحیم ساحل نوری مصباحی علیہ الرحمہ
اس کے موجودہ پرنسپل مولانا سید اکرام الحق قادری مصباحی دام ظلہ
اور اس کے جملہ اساتذہ، طلبہ، اراکین

کے نام

تہدیہ

میرے جملہ اساتذہ کرام

میرے والدین کریمین

میرے اہل و عیال

میرے بھائی بہن

میرے دوست و احباب

کی بارگاہ میں

دیباچہ طبع دوم

زیر نظر کتاب ”امام احمد رضا اور حقوق العباد“ صد سالہ عرسِ رضوی کی مناسبت سے شائع ہو کر داد و تحسین حاصل کر چکی ہے۔ اس سال یعنی ۱۵ رجب ۱۴۴۶ھ - 16 جنوری 2025ء کو مولانا علی ریسرچ سینٹر (زیر انتظام مینارہ مسجد ٹرسٹ) کی ویب سائٹ بنام www.minaramasjid.com لانچ ہو رہی ہے، اس لیے مولانا مظہر حسین علیہ السلام صاحب اور حافظ بلال اشرفی صاحب کی فرمائش پر اس کتاب کی دوبارہ ایڈیٹنگ کر کے، اسے مذکورہ ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا جا رہا ہے۔ الحمد للہ اب یہ پہلے سے زیادہ مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ، مولانا علی ریسرچ سینٹر، مینارہ مسجد کے اس کارِ خیر کو قبول فرمائے، ٹرسٹیان اور ہماری ٹیم کو خلوص و لہلیت سے کام کرنے اور اسلام کی صحیح تعلیمات عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

فاروق خان مہائمی مصباحی

تحقیق کار: مولانا علی ریسرچ سینٹر، مینارہ مسجد

۱۵ رجب ۱۴۴۶ھ - 2 جنوری 2025ء

دیباچہ طبع اول

”امام احمد رضا اور حقوق العباد“ صد سالہ عرسِ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے موقع پر، اپنے امام کی بارگاہ میں خراج عقیدت ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور امام کے روحانی فیوض و برکات سے نوازے۔ انھی کے نقش قدم پر چلائے اور اسی حال میں اپنے حضور بلا لے۔ اسی میں بھلائی نظر آتی ہے۔ ورنہ حالات سنگین ہوتے جا رہے ہیں، لوگ کچھ زیادہ ہی بے باک ہو گئے ہیں، رحم پسندی کا غلط معنی بہتوں میں سرایت کر چکا ہے اور بہتوں میں کر رہا ہے۔

اللهم اهدنا الصراط المستقیم ، صراط الذین انعمت
عليهم ، غير المغضوب عليهم ولا الضالین۔

یہ کتاب حسب ذیل پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

(۱) امام احمد رضا اور حقوق العباد (۲) امام احمد رضا اور حقوق استاد (۳) امام احمد رضا اور حقوق والدین (۴) امام احمد رضا اور حقوق اولاد (۵) امام احمد رضا اور حقوق زوجین۔

ہر باب کے تحت دو تفصیلات ہیں:

(۱) قلمی کردار: اس فصل میں ان چیزوں کو جنہیں امام نے تحریر فرمایا ہے، قدرے آسان کر کے بیان کیا گیا ہے۔

(۲) عملی کردار: اس فصل میں ان واقعات کا بیان ہے کہ امام نے اپنے متعلقہ حقوق کی ادائیگی کس طرح انجام دی۔ ان واقعات کی چھان بین میں اپنی طاقت بھر کوشش کی گئی ہے اور جو کچھ مل سکا، اسے اپنے قارئین کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

میں سراپا شکر گزار ہوں حضرت مفتی طاہر رضا مصباحی، استاد اراعلوم محبوب سبحانی کا، کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس کتاب کی تصحیح فرمائی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اسے میرے، میرے اساتذہ، میرے والدین، میرے اہل و عیال، بھائی بہن، دوست و احباب، بلکہ کل امت محمدیہ کے لیے ایصالِ ثواب کا ذریعہ بنائے۔ آمین سبحانہ
النبی الکریم ﷺ

فاروق خاں مہانگی مصباحی

۲۵ / صفر المظفر / ۱۴۴۰ھ

خادمِ تدریس و افتاد اراعلوم محبوب سبحانی

۳ / نومبر / ۲۰۱۸ء

تصحیح نامہ

حضرت مفتی طاہر رضا مصباحی استاد دارالعلوم محبوب سبحانی

الحمد للہ مجھ ناچیز کو میرے برادرِ مکرم حضرت مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی کی کتاب ”امام احمد رضا اور حقوق العباد“ کی تصحیح کرنے کا موقع میسر آیا، میں کتاب دیکھ کر ہی بہت خوش ہو گیا کہ عرسِ صد سالہ کہ موقع پر مہائمی صاحب کی طرف سے یہ ایک بہترین خراج عقیدت ہے۔

ناچیز نے بہت ہی گیرائی کے ساتھ اس کتاب کی تصحیح کا کام انجام دیا، میں نے پایا کہ مہائمی صاحب نے بہت ہی اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے، عام طور سے اس موضوع پر کتابوں کے اندر مواد میسر نہیں آتا ہے اور آج کے اس پر فتن دور میں جہاں پر لوگ ذرہ برابر بھی ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت نہیں کرتے ہیں، خواہ وہ شوہر اور بیوی کے حقوق ہوں یا والدین اور اولاد کے حقوق ہوں یا استاذ اور شاگرد کے حقوق ہوں، سب کو آج کے اس دور میں یکسر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس اہم موضوع پر کوئی کتاب منظر عام پر آتی۔

اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان

اس طرح کے حقوق بیان کیے ہیں جو دیگر کتابوں میں پڑھنے کو نہیں ملتے اور ان احادیث سے ان حقوق کو ثابت کیا ہے جو عام طور سے لوگوں کی نظروں سے نہیں گزرتی ہیں اور یہ بھی کہ اعلیٰ حضرت نے ان حقوق کی ادائیگی کس طرح فرمائی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ موصوف کی خدمت عظیمہ کو قبول فرمائے، اپنے حبیب کے صدقے میں اس کتاب کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور اس کتاب کو ان کے لیے ذریعہ نجات بنائے اور تمام امت مسلمہ کے لیے نافع بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِمْ

طاہر رضا مصباحی

خادم تدریس دارالعلوم محبوب سبحانی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب نمبر ۱



امام احمد رضا اور حقوق العباد

قلمی کردار

حقوق العباد کی تعریف

حق العبد ہر وہ مطالبہ مالی ہے کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لیے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان و آزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول فعل ترک سے کسی کے دین، آبرو، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔

حقوق العباد قسمیں

حقوق العباد کی دو قسمیں ہیں:

(۱) دین (۲) ظلم

ان دونوں کو تبعات اور دیون بھی کہتے ہیں۔

دین کی تعریف

ہر وہ مطالبہ مالی ہے کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لیے ثابت ہو۔

ظلم کی تعریف

ہر وہ نقصان و آزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول فعل ترک سے کسی کے دین، آبرو، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔

دین اور ظلم کے درمیان نسبت

دین اور ظلم دونوں کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے۔ جس میں دو مادے افتراق کے اور ایک مادہ اجتماع کا ہوتا ہے۔ یعنی کہیں صرف دین ہوگا ظلم نہیں، کہیں صرف ظلم ہوگا دین نہیں اور کہیں دین و ظلم دونوں ایک ساتھ پائے جائیں گے۔

پہلا مادہ افتراق:

یعنی کہیں صرف دین ہوگا ظلم نہیں، اس کی مثال جیسے خریدی ہوئی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت، عورت کا مہر وغیرہ دیوں کہ عقود جائزہ شرعیہ سے اس کے ذمہ لازم ہوئے اور اس نے ان کی ادائیگی کی تاخیر ناروانہ برتی۔ یہ حق العباد اس کی گردن پر ہے مگر کوئی ظلم نہیں۔

دوسرا مادہ افتراق:

یعنی کہیں صرف ظلم ہوگا دین نہیں، اس کی مثال جیسے کسی کو مارا، گالی دی، برا کہا، غیبت کی کہ اس کی خبر اسے پہنچی، یہ سب حقوق العباد و ظلم ہیں، مگر کوئی دین واجب الادا نہیں۔

مادہ اجتماع:

یعنی کہیں دین و ظلم دونوں ایک ساتھ پائے جائیں گے، اس کی مثال جیسے کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا، رشوت سود جوئے میں لیا، یہ سب دیوں بھی ہیں اور ظلم بھی۔

حقوق العباد بے شمار ہیں

قسم اول میں تمام صورتوں و مطالبہ مالیہ داخل، دوسری میں قول و فعل و ترک کو دین آبرو جان جسم مال قلب میں ضرب دینے سے اٹھارہ انواع حاصل، ہر نوع صدہا صورتوں

کو شامل، تو کیوں کر گناہ سکتے ہیں کہ حقوق العباد کس قدر ہیں، ہاں ان کا ضابطہ کلیہ بتا دیا گیا ہے کہ ان دو قسموں سے جو امر جہاں پایا جائے اسے حق العبد جانے۔

حقوق العباد کا حکم

پھر حق کس قسم کا ہو جب تک صاحب حق معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا۔

حقوق اللہ میں تو ظاہر کہ اس کے سوا دوسرا معاف کرنے والا کون؟

ومن یغفر الذنوب الا اللہ۔ (القرآن الکریم ۳/۱۳۵)

کون گناہ بخشنے اللہ کے سوا۔

الحمد للہ، کہ معافی کریم غنی قدریر رؤف رحیم کے ہاتھ ہے۔

والکریم لایاتی منه الا الکریم

(کریم سے سوا کے کرم کے کچھ اور صادر نہیں ہوتا۔)

حقوق العباد میں بھی ملک دیان عز جلالہ نے اپنے دارالعدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ

جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا، اگرچہ مولا تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان و مال

و حقوق سب کا مالک ہے، اگر وہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف

فرمادے تو بھی عین حق وعدل ہے؛ کہ ہم بھی اسی کے اور ہمارے حقوق بھی اسی کے مقرر

فرمائے ہوئے، اگر وہ ہمارے خون و مال و عزت و غیرہا کو معصوم و محترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی

کیسا ہی آزار پہنچاتا، نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔

یوں ہی اب اس حرمت و عصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق

چھوڑ دے، ہمیں کیا مجال عذر ہے، مگر اس کریم رحیم جل و علا کی رحمت؛ کہ ہمارے حقوق

کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے، بے ہمارے بخشے معاف ہو جانے کی شکل نہ رکھی؛ کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے! میں اپنی داد کو نہ پہنچا۔

تین قسم کے دفتر ہیں

حدیث میں ہے، حضور پر نور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں:

الدواوین ثلاثة، فديوان لا يغفر الله منه شيئاً وديوان لا يعبأ الله به شيئاً وديوان لا يترك الله منه شيئاً فاما الديوان الذي لا يغفر الله منه شيئاً فالاشراك بالله عز وجل واما الديوان الذي لا يعبأ الله به شيئاً فظلم العبد نفسه فيباً بينه وبين ربه من صوم يوم تركه او صلاة تركها فان الله تعالى يغفر ذلك ان شاء ويتجاوز ان شاء واما الديوان الذي لا يترك الله منه شيئاً فبظالم العباد بينهم القصاص لا محالة۔

رواہ الامام احمد في المسند والحاكم في المستدرک عن ام المؤمنين الصديقة رضى الله تعالى عنها۔

یعنی دو دفتر ہیں:

ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا،

اور ایک دفتر کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پروا نہیں،

اور ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔

وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے، کہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا۔

اور وہ دفتر جس کی اللہ عزوجل کو کچھ پروا نہیں، وہ بندے کا گناہ ہے خالص اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں؛ کہ کسی دن کاروزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی، اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کر دے اور درگزر فرمائے۔

اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہونا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث: ۲۵۵۰۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج: ۷، ص: ۳۴۲)

مظلوم بکری ظالم بکری سے بدلہ لے گی

یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

لتؤدن الحقوق الى اهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلاء
من الشاة القرناء تنطحها۔

رواہ الاثمة احمد فی المسند و مسلم فی صحیحہ و البخاری فی
الادب المفرد و الترمذی فی الجامع عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
بے شک روز قیامت تمہیں اہل حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے یہاں تک
کہ منڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب نصر الاغ ظالمًا او مظلومًا، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج: ۲، ص: ۳۲۰)

چیونٹی سے چیونٹی کا بدلہ لیا جائے گا

ایک روایت میں فرمایا:

حتى الذرة من الذرة۔ رواہ الامام احمد بسند صحیح۔

یہاں تک کہ چیونٹی سے چیونٹی کا عوض لیا جائے گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، المکتب الاسلامی، بیروت، ج: ۲، ص: ۳۶۳)

قیامت میں حقوق العباد کی ادائیگی کیسے ہوگی

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضہ حق میں دی جائیں، طریقہ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دی جائیں گی، اگر ادا ہو گیا غنیمت، ورنہ اُس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے؛ یہاں تک کہ ترازوے عدل میں وزن پورا ہو۔

اس مضمون میں احادیثِ کثیرہ وارد ہیں، ان میں سے ایک صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اتدرون من
المفلس قالوا المفلس فینا من لا درهم له ولا متاع فقال ان المفلس
من اُتیت من یأتی یوم القیمة بصلوۃ وصیام وزکوۃ ویاتی قد شتم هذا
وقد قذف هذا واکل مال هذا وسفک دم هذا وضرب هذا فیعطی هذا
من حسناته وهذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضى
ما علیہ اخذ من خطایاھم فطرح علیہ ثم طرح فی النار۔
والعیاذ باللہ سبحانه وتعالیٰ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جانتے ہو مفلس کون ہے؟“

صحابہ نے عرض کی:

ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زر و مال نہ ہو۔

فرمایا:

”میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکاۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اسے گالی دی، اسے زنا کی تہمت لگائی، اس کا مال کھایا، اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں، پھر اگر نیکیاں ختم ہو چکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے، پھر جہنم میں پھینک دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، قدمی کتب خانہ، کراچی، ج: ۲، ص: ۳۲۰)

غیبت زنا سے سخت تر ہے

غرض حقوق العباد بے ان کی معافی کے معاف نہ ہوں گے، ولہذا مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”الغیبة اشد من الزنا۔“ غیبت زنا سے سخت تر ہے۔

کسی نے عرض کی: ”یہ کیوں کر؟“

فرمایا:

”الرجل یزنی ثم یتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبة لا یغفر له حتی یغفر له صاحبه۔“

رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والطبرانی فی الاوسط عن

جابر بن عبد اللہ وابی سعید الخدری والبیہقی عنہما وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

زانی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے۔

والدین بچوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے

پھر یہاں معاف کر لینا سہل ہے، قیامت کے دن اس کی امید مشکل؛ کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار، نیکیوں کا طلب گار، برائیوں سے بے زار ہوگا، پرانی نیکیاں اپنے ہاتھ آتے، اپنی برائیاں اُس کے سر جاتے کسے بری معلوم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا اسے روز قیامت پیٹیں گے؛ کہ ہمارا دین دے، وہ کہے گا میں تمہارا بچہ ہوں، یعنی شاید رحم کریں، وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، قدسی کتب خانہ، کراچی، ج: ۲، ص: ۳۲۰)

الطبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سبعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول انہ یكون للوالدین علی ولد ہما دین فاذا کان یوم القیمة یتعلقان بہ فیقول انا ولد کما فیودان او یتمنیان لو کان اکثر من ذلک۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں: ”والدین کا بیٹے پر دین ہوگا قیامت کے روز والدین بیٹے پر لپکیں گے تو بیٹا کہے گا میں تمہارا بیٹا ہوں تو والدین کو حق دلایا جائے گا اور تمنا کریں گے کاش ہمارا حق اور زائد ہوتا۔

(المجم الکبیر، حدیث: ۱۰۵۲۶، المکتبۃ الفیصلیہ، بیروت، ج: ۱۰، ص: ۲۷۰)

جب ماں باپ کا یہ حال تو اوروں سے امید خام خیال، ہاں! کریم و رحیم مالک و مولا
جل جلالہ و تبارک و تعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو یوں کرے گا کہ حق والے کو بے بہا
قصور جنت معاوضہ میں عطا فرما کر عفو حق پر راضی کر دے گا، ایک کرشمہ کرم میں دونوں
کا بھلا ہوگا، نہ اس کی حسنات اسے دی گئیں نہ اس کی سینات اس کے سر رکھی گئیں نہ اس کا
حق ضائع ہونے پایا؛ بلکہ حق سے ہزاروں درجے بہتر افضل پایا، رحمت حق کی بندہ نوازی ظالم
ناجی مظلوم راضی۔

فلله الحمد حمدا کثیرا طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا و
یرضی۔

رب کا بے پناہ رحم و کرم کی مثالیں

(۱) حدیث میں ہے:

بیننا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالس اذ رأیناہ
اضحک حتی بدت ثنا یاہ فقال له عمر ما اضحکک یا رسول اللہ بابی
انت وامی۔

ایک دن حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، ناگاہ خندہ فرمایا کہ اگلے
دندان مبارک ظاہر ہوئے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان کس بات پر ہنسی آئی؟

ارشاد فرمایا:

رجلان من امتی جثیا بین یدی رب العزة، فقال احدهما

یارب خذ لی مطلبتی من اخی فقال الله تعالى للطالب كيف تصنع
 باخیک ولم یبق من حسناته شیء قال یارب فیحمل من اوزاری،
 وفاضت عینا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم بالبکاء ثم قال ان
 ذلک الیوم عظیم یحتاج الناس ان یحمل عنهم من اوزارهم فقال
 الله للطالب ارفع بصرک فانظر فرفع فقال یارب اری مدائن من
 ذهب وقصورا من ذهب مککلة باللؤلؤ لای نبی هذا اولای صدیق هذا
 اولای شهید هذا قال لمن اعطى الثمن قال یارب ومن یملک ذلک
 قال انت تملکة قال بباذا قال بعفوک عن اخیک قال یارب فانی قد
 عفوت عنه قال الله تعالیٰ فخذ بید اخیک فادخله الجنة فقال رسول
 الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم عند ذلک اتقوا الله واصلحوا ذات
 بینکم فان الله یصلح بین المسلمین یوم القیمة۔

رواه الحاکم فی المستدرک والبیہقی فی کتاب البعث
 والنشور وابویعلیٰ فی مسنده وسعید بن منصور فی سننه عن انس بن
 مالک رضی الله تعالیٰ عنه۔

دومر میری امت سے رب العزت جل جلالہ کے حضور زانوؤں پر کھڑے
 ہوئے، ایک نے عرض کی:

”اے رب میرے! میرے اس بھائی نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے اس کا عوض میرے

لیے۔

رب تعالیٰ نے فرمایا:

”اپنے بھائی کے ساتھ کیا کرے گا، اس کی نیکیاں تو سب ہو چکیں؟“

مدعی نے عرض کی:

”اے رب میرے! تو میرے گناہ اٹھالے۔“

یہ فرما کر حضور رحمت عالم ﷺ کی آنکھیں گریہ سے بہ نکلیں، پھر فرمایا:

”بے شک وہ دن بڑا سخت ہے، لوگ اس کے محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہوں

کا کچھ بوجھ اور لوگ اٹھائیں۔“

مولانا عزوجل نے مدعی سے فرمایا:

”نظر اٹھا کر دیکھ۔“

اس نے نگاہ اٹھائی، کہا:

”اے رب میرے! میں سونے کے کچھ شہر اور سونے کے کچھ محل سراپا موتیوں

سے جڑے ہوئے دیکھتا ہوں، یہ کس نبی کے ہیں؟ یا کس صدیق یا کس شہید کے ہیں؟“

مولانا تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

”اس کے ہیں جو قیمت دے۔“

کہا: ”اے رب میرے! بھلا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے؟“

فرمایا: ”تو۔“

عرض کی: ”کیوں کر؟“

فرمایا: ”یوں کہ اپنے بھائی کو معاف کر دے۔“

کہا: ”اے رب میرے! یہ بات ہے تو میں نے معاف کیا۔“
 مولا جل مجدہ نے فرمایا: ”اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جا۔“
 حضور سید عالم ﷺ نے اسے بیان کر کے فرمایا:
 ”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو، کہ مولا عزوجل قیامت کے دن
 مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔“

(المستدرک للحاکم، کتاب الاہوال، دار الفکر، بیروت، ج: ۴، ص: ۵۷۶)

(۲) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اذا التقى الخلائق يوم القيامة نادى مناديا يا اهل الجمع
 تتاركو المظالم بينكم و ثوابكم على۔ رواه الطبراني عن انس ايضا
 رضى الله تعالى عنه بسند حسن۔

جب مخلوق روز قیامت بہم ہوگی ایک منادی رب العزۃ جل و علا کی طرف سے
 نذاکرے گا اے مجمع والو! آپس کے ظلموں کا تذکرہ کر لو اور تمہارا ثواب میرے ذمہ ہے۔
 (المجمع الاوسط، حدیث: ۵۱۴۰، مکتبۃ المعارف الریاض، ج: ۶، ص: ۶۷)

(۳) ایک اور حدیث میں ہے، حضور ﷺ فرمایا:

ان الله يجمع الاولين والآخرين يوم القيامة في صعيد واحد
 ثم ينادى مناد من تحت العرش يا اهل التوحيد ان الله عزوجل
 قد عفا عنكم، فيقوم الناس فيتعلق بعضهم ببعض في ظلمات ثم

ینادی منادیا اهل التوحید لیعض بعضکم عن بعض و علی الثواب۔
رواہ ایضاً عن ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

بے شک اللہ عزوجل روز قیامت سب انگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا، پھر زیر عرش سے منادی ندا کرے گا:

”اے توحید والو! مولا تعالیٰ نے تمہیں اپنے حقوق معاف فرمائے۔“

لوگ کھڑے ہو کر آپ کے دنیاوی مظلوموں میں ایک دوسرے سے لپٹیں گے،
منادی پکارے گا:

”اے توحید والو! ایک دوسرے کو معاف کر دو اور ثواب دنیا میرے ذمہ ہے۔“

(الحجۃ الاوسط، حدیث: ۱۳۵۸، مکتبۃ المعارف الریاض، ج: ۲، ص: ۲۰۰)

یہ دولت کبریٰ و نعمت عظمیٰ کہ اکرم الاکرمین جلت عظمتہ اپنے محض کرم و فضل سے
اس ذلیل روسیہ سراپا گناہ کو بھی عطا فرمائے۔ ع

کہ مستحق کرامت گنہگار اند

پانچ قسم کے لوگ ہی بچ پائیں گے

اس وقت کی نظر میں اس کا جلیل وعدہ جمیل مژدہ صاف صریح بالتصریح یا کالتصریح
تصریح پانچ فرقوں کے لیے وارد ہوا:

اول حاجی

حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے، اور اس میں لڑائی جھگڑے
اور عورتوں کے سامنے تذکرہ جماع اور ہر قسم کے گناہ و نافرمانی سے بچے، اس وقت تک جتنے

گناہ کیے تھے، بشرط قبول، سب معاف ہو جاتے ہیں،

پھر اگر حج کے بعد فوراً مر گیا تو اتنی مہلت نہ ملی کے حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انھیں ادایا ادا کی فکر کرتا، تو امید واثق ہے کہ مولا تعالیٰ اپنے تمام حقوق سے مطلقاً درگزر فرمائے۔ یعنی نماز، روزہ، زکاۃ وغیرہ فرائض کہ بجانہ لایا تھا، ان کے مطالبہ پر بھی قلم عفو الہی پھر جائے اور حقوق العباد و دیون و مظالم مثلاً کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، برا کہا ہو ان سب کو مولا تعالیٰ اپنے ذمہ کرم پر لے لے، اصحاب حقوق کو روز قیامت راضی فرما کر مطالبہ و خصومت سے نجات بخشنے۔

یوں ہی اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدر قدرت، تدارکِ حقوق ادا کر لیا، یعنی زکاۃ دے دی، نماز روزہ کی قضا ادا کی، جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا، جسے آزار پہنچا تھا معاف کر لیا، جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اس کی طرف سے تصدق کر دیا، بوجہ قلتِ مہلت جو حق اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ گیا، اس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کر دی، غرض جہاں تک طرقِ براءت پر قدرت ملی تفصیر نہ کی تو اس کے لیے امید اور زیادہ قوی؛ کہ اصل حقوق کی یہ تدبیر ہو گئی اور اثمِ مخالفت حج سے دھل چکا تھا۔

ہاں! اگر بعد حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ از سر نو اس کے سر ہوں گے؛ کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے، ان کی ادا میں پھر تاخیر و تفصیر سے گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے ازالہ کو کافی نہ ہوگا؛ کہ حج گزرے گناہوں کو دھو تا ہے، آئندہ کے لیے پروانہ بے قیدی نہیں ہوتا؛ بلکہ حج مبرور کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہو کر پلٹے۔

فَاَنَّا لِلّٰهِ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

مسئلہ حج میں بحمد اللہ تعالیٰ یہ وہ قول فیصل ہے جسے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بعد تنقیح دلائل و مذاہب و احاطہ اطراف و جوانب اختیار کیا، جس سے اقوال ائمہ کرام میں توفیق اور دلائل حدیث و کلام میں تطبیق ہوتی ہے، اس، معرکہ الآرا بحث کی نفیس تحقیق بعونہ تعالیٰ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جداگانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے وباللہ التوفیق۔

اس پر دلیلیں

”عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال وقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعرفات وقد کادت الشمس ان تغرب فقال یا بلال انصت لی الناس فقام بلال فقال فقال انصتوا لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنصت الناس فقال یا معاشر الناس اتانی جبریل أنفا فاقرانی من ربی السلام وقال ان اللہ عزوجل غفر لاهل عرفات واهل المعشر وضمن عنهم التبعات فقام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال یا رسول اللہ هذا لنا خاصة قال هذا لکم ولمن اتی من بعدکم الی یوم القیمة فقال عمر بن الخطاب کثر خیر اللہ وطاب۔“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عرفات میں وقوف فرمایا، یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے

پر آیا، اس وقت ارشاد ہوا:

”اے بلال! لوگوں کو میرے لیے خاموش کر۔“

بلال نے کھڑے ہو کر پکارا:

”رسول اللہ ﷺ کے لیے خاموش ہو جاؤ۔“

لوگ ساکت ہوئے۔

حضور پر نور ﷺ نے فرمایا:

”اے لوگو! ابھی جبریل نے حاضر ہو کر مجھے میرے رب کا سلام و پیام پہنچایا کہ

اللہ عزوجل نے عرفات و مشعر الحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور ان کے باہمی حقوق کا خود

ضامن ہو گیا۔“

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی:

”یا رسول اللہ! کیا یہ دولت خاص ہمارے لیے ہے؟

فرمایا:

تمہارے لیے اور جو تمہارے بعد قیامت تک آئیں سب کے لیے۔“

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

”اللہ عزوجل کی خیر کثیر و پاکیزہ ہے۔“ اھوالحمد للہ رب العلمین

(الدر المنثور، مکتبہ آیۃ العظمیٰ، قم ایران، ج: اص: ۳۳۱-۳۳۰)

دوم شہید بحر

شہید بحر کہ خاص اللہ عزوجل کی رضا چاہنے اور اس کا بول بالا ہونے کے لیے

سمندر میں جہاد کرے اور وہاں ڈوب کر شہید ہو، حدیثوں میں آیا ہے کہ مولا عزوجل خود اپنے

دستِ قدرت سے اس کی روح قبض کرتا اور اپنے تمام حقوق اسے معاف فرماتا اور بندوں

کے سب مطالبے جو اس پر تھے اپنے ذمہ کرم پر لیتا ہے۔

اس پر دلیلیں

حدیث میں ہے:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يغفر لشهيد البر الذنوب كلها الا الدين، ويغفر لشهيد البحر الذنوب كلها والدين۔
حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں، مگر حقوق العباد۔ اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ و حقوق العباد سب معاف ہو جاتے ہیں۔
(سنن ابن ماجہ، تاب الجہاد، باب فضل الغزو البحر، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص: ۲۰۴)

سوم شہید صبر

شہید صبر یعنی وہ مسلمان سنی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کر کے بحالت بے کسی و مجبوری قتل کیا، سولی دی، پھانسی دی؛ کہ یہ بوجہ اسیری قتال و مدافعت پر قادر نہ تھا، بخلاف شہید جہاد کہ مار تا مارتا ہے، اس کی بے کسی و بے دست پائی زیادہ باعث رحمت الہی ہوتی ہے؛ کہ حق اللہ و حق العبد کچھ نہیں رہتا، ان شاء اللہ تعالیٰ

اس پر دلیلیں

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح مروی ہے،

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

قتل الصبر لایمر بذنب الا محاہ۔

قتل صبر کسی گناہ پر نہیں گزر تا مگر یہ کہ اسے مٹا دیتا ہے۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار، کتاب الجود، حدیث: ۱۵۴۵، موسسۃ الرسالہ بیروت، ج: ۲، ص: ۲۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

قتل الرجل صبرا کفارة لما قبله من الذنوب۔

آدمی کا بروجہ صبر مارا جانا تمام گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

(ایضاً، حدیث: ۱۵۴۴، موسسۃ الرسالہ بیروت، ج: ۲، ص: ۲۱۳)

قال المناوی فی التیسیر ظاہرہ وان کان المقتول عاصیا

ومات بلا توبۃ ففیہ ردّ علی الخوارج والمعتزلۃ۔

علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ مقتول گناہ گار ہو

اور بغیر توبہ مرجائے۔ پس اس میں خارجیوں اور معتزلہ کا رد ہے۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث قتل الصبر الخ، مکتبۃ الامام الشافعی الریاض، ج: ۲، ص: ۱۹۳)

ورأیتنی کتبت علی ہامشہ مانصہ اقول: بل لا محمل لہ سواہ

فانہ ان لم یکن عاصیا لم یمر القتل بذنب وان کان تاب فکذاک

فان التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے، جس کی عبارت یہ ہے:

میں کہتا ہوں: ”بلکہ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی محمل نہیں؛ اس لیے کہ اگر مقتول

گناہ گار نہ ہو تو پھر قتل کا گناہ پر گزر نہ ہو گا (گناہ ہی نہ ہو تو اس پر گزر کیسا) اور اگر اس نے توبہ

کر لی تو پھر بھی یہی حکم ہے، اس لیے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے کہ جس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔

احادیث مطلق ہیں اور محض مفقود و حدث عن البحر ولا حرج اور ہم نے سنی المذہب کی تخصیص اس لیے کی کہ حدیث میں ہے،
رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لو ان صاب بدعة مكذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا
بين الركن والمقام لم ينظر الله في شئ من امره حتى يدخله جهنم۔
اگر کوئی بد مذہب تقدیر کا منکر، خاص حجر اسود و مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
درمیان محض مظلوم و صابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الہی ملنے کی نیت بھی
رکھے، تاہم اللہ عز و جل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے، یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل
کرے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(العلل المتناہیۃ، باب دخول المبتدع النار، حدیث: ۲۱۵، نشر المکتب الاسلامیہ، لاہور، ج: ۱، ص: ۱۴۰)

چہارم مدیون

مدیون جس نے بحاجت شرعیہ کسی نیک جائز کام کے لیے دین لیا اور اپنی چلتی ادا
میں گئی نہ کی، نہ کبھی تاخیر نہ ناروا رکھی، بلکہ ہمیشہ سچے دل سے ادا پر آمادہ اور تاحد قدرت اس کی
فکر کرتا رہا، پھر یہ مجبوری ادا نہ ہو سکا اور موت آگئی تو مولا عز و جل اس کے لیے اس دین سے
درگزر فرمائے گا اور روز قیامت اپنے خزانہ قدرت سے ادا فرما کر دائن کو راضی کر دے گا، اس
کے لیے یہ وعدہ خاص اسی دین کے واسطے ہے، نہ تمام حقوق العباد کے لیے۔

اس پر دلیلیں

حدیث میں ہے:

قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من ادا ان ديناً
ينوى قضائه ادا الله عنه يوم القيامة۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جو کسی دین کا معاملہ کرے کہ اس کے ادا کی نیت
رکھتا ہو، اللہ عزوجل اس کی طرف سے روز قیامت ادا فرمائے گا۔

(المجم الکبیر، حدیث: ۱۰۴۹، ج: ۲۳، ص: ۴۳۲،

وحدیث: ۷۹۴۹، ج: ۸، ص: ۲۹۰، المکتبۃ الفیصلیہ، بیروت)

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

من تداين بدين وفي نفسه وفاؤه ثم مات تجاوز الله عنه
وارضى غريمه بما شاء۔

جس نے کوئی معاملہ دین کیا اور دل میں ادا کی نیت رکھتا تھا، پھر موت آگئی
اللہ عزوجل اس سے درگزر فرمائے گا اور دائن کو جس طرح چاہے راضی کرے گا۔

(المستدرک للحاکم، کتاب البیوع: ان اللہ مع الدائن الخ، دار الفکر، بیروت، ج: ۳، ص: ۲۳)

نیک و جائز کی قید حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ظاہر کہ اس میں
ضرورتِ جہاد و ضرورتِ تجہیز و تکفین مسلمان و ضرورتِ نکاح کو ذکر فرمایا، بلکہ بخاری تاریخ
میں اور ابن ماجہ سنن میں اور حاکم مستدرک میں روایت کرتے ہیں،

حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

ان الله تعالى مع الدائن حتى يقضى دينه ما لم يكن دينه فيها
يكره الله۔

بے شک اللہ تعالیٰ قرض دار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اپنا قرض ادا کرے، جب
تک کہ اس کا دین اللہ تعالیٰ کے ناپسند کام میں نہ ہو۔ (ایضاً)
بہ مجبوری رہ جانے کی قید حدیث ابن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت
ہے؛ کہ رب العزت جل وعلا روز قیامت مدیون سے پوچھے گا:
”تو نے کا ہے میں یہ دین لیا اور لوگوں کا حق ضائع کیا؟“
عرض کرے گا:

”اے رب میرے! تو جانتا ہے کہ میرے اپنے کھانے، پینے، پہننے، ضائع کر دینے
کے سبب وہ دین نہ رہ گیا، بلکہ

اتی علی اما حرق واما سرق واما وضيعة،
آگ لگ گئی یا چوری ہو گئی یا تجارت میں ٹوٹا پڑا ہوا رہ گیا،
مولا عز وجل فرمائے گا:

صدق عبدی فاناً احق من قضی عنک۔
میرا بندہ سچ کہتا ہے سب سے زیادہ میں مستحق ہوں کہ تیری طرف سے ادا فرما دوں۔
(مسند امام احمد بن حنبل، عن عبدالرحمن بن ابی بکر، المکتب الاسلامی، بیروت، ج: ۱، ص: ۱۹۸)

پھر مولا سبحانہ و تعالیٰ کوئی چیز منگا کر اس کے پلہ میزان میں رکھ دے گا جس سے
نیکیاں برائیوں پر غالب آجائیں گی اور وہ بندہ رحمت الہی کے فضل سے داخل جنت ہوگا۔

بنجم اولیائے کرام

اولیائے کرام صوفیہ صدق ارباب معرفت قدست اسرار ہم ونفعنا اللہ ببرکاتہم فی الدنیا والآخرۃ کہ بنص قطعی قرآن، روز قیامت ہر خوف و غم سے محفوظ و سلامت ہیں۔

اس پر دلیلیں

قال تعالیٰ: **اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُونَ۔**
(القرآن الکریم ۱۰/۶۲)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(لوگو!) آگاہ ہو جاؤ! یقیناً اللہ تعالیٰ کے دوست نہ انھیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تو ان میں بعض سے اگر بقاضائے بشریت، بعض حقوقِ الہیہ میں اپنے منصب و مقام کے لحاظ سے - کہ حسنات الابرار سیئات المقربین - کوئی تقصیر واقع ہو تو مولا عزوجل اسے وقوع سے پہلے معاف کر چکا کہ:

قد اعطیتکم من قبل ان تسألونی وقد اجبتکم من قبل ان تدعونی وقد غفرت لکم من قبل ان تعصونی۔

میں نے تمہیں عطا فرمادیا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے کچھ مانگو، اور میں نے تمہاری درخواست قبول کر لی قبل اس کے کہ تم مجھے پکارو، اور یقیناً تمہاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

(مفتاح الغیب التفسیر الکبیر، المطبعة البہیہ لمصریہ، ج: ۲۴ ص: ۲۵۷)

یوں ہی اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندے کے حق میں کچھ کمی ہو، جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ:

ستكون لاصحابي زلة يغفرها الله تعالى لهم لسابقتهم معي۔
عن قریب میرے ساتھیوں سے کچھ لغزشیں ہوں گی جنہیں ان کی پیش قدمی کے باعث اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

(الجامع الصغیر، حدیث: ۳۳۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج: ۱، ص: ۲۰۱)

تو مولانا تعالیٰ وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لے کر اربابِ حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کر کر آئے منے سامنے جنت کے عالی شان تختوں پر بٹھائے گا کہ:

ونزعنا ما فی صدورهم من غلّ اخوانا علی سرر متقبلین۔

(القرآن الکریم ۱۰/۶۲)

اُن کے سینوں کو کینوں اور کدورتوں سے ہم پاک صاف کر دیں گے، پھر وہ بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے آئے منے سامنے تخت نشین ہوں گے۔

اسی مبارک قوم کے سرور و سردار، حضرات اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جنہیں ارشاد ہوتا ہے:

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم۔

جو چاہو کرو کہ میں تمہیں بخش چکا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شہد بدر، ج: ۲، ص: ۵۶۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

انھی کے اکابر سادات سے حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جن کے لیے بارہا فرمایا گیا:

ماعلی عثمان ماعمل بعد هذه ماعلی عثمان ماعمل بعد هذه۔
 آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں، آج سے عثمان کچھ کرے اس
 پر مواخذہ نہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، مناقب عثمان ابن عفان، ج: ۲، ص: ۲۱۱، امین کمپنی، دہلی)
 فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے، حدیث:

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم: اذا احب الله عبدًا لم يضره ذنب۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے
 ہیں: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔
 (الفرودس بمأثور الخطاب، حدیث: ۲۳۳۲، ج: ۲، ص: ۷۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

کاعمدہ محمل یہی ہے کہ محبوبانِ خدا اول تو گناہ کرتے ہی نہیں۔ ع

ان المحب لمن يحب مطيع

(بے شک محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا فرماں بردار و مطیع ہوتا ہے۔)

وهذا ما اختاره سيدنا الوالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور احیانا کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ و زاجر الہی انھیں متنبہ کرتا اور توفیق انا بت

دیتا ہے،

پھر التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔

(الفرودس بمأثور الخطاب، حدیث: ۲۳۳۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج: ۲، ص: ۷۷)

اس حدیث کا ٹکڑا ہے۔ و هذا ما مشى عليه المناوى فى التيسير
اور بالفرض ارادہ الہیہ دوسرے طور پر تجلی شان عفو و مغفرت و اظہار مکان قبول
و محبوبیت پر نافذ ہوا تو عفو مطلق و ارضائے اہل حق سامنے موجود، ضرر ذنب بجمہ اللہ تعالیٰ
ہر طرح مفقود۔

والحمد لله الكريم الودود، وهذا ما زدته بفضل المحمود۔
فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے گمان میں حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا
ینادی مناد من تحت العرش یا اهل التوحيد، الحديث۔
میں اہل توحید سے یہی محبوبان خدا مراد ہیں، کہ توحید خالص تام کامل ہر گونہ
شرک خفی و اخفی سے پاک و منزہ انھی کا حصہ ہے، بخلاف اہل دنیا جنہیں عبدالدینار
عبدالدرہم عبد طمع عبد ہوئی عبد رغبت فرمایا گیا۔

(الجمع الاوسط، حدیث: ۱۳۵۸، مکتبۃ المعارف الریاض، ج: ۲، ص: ۲۰۰)

وقال الله تعالى افرأيت من اتخذ الهه هواہ۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے محبوب!) کیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش
کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔

اور بے شک بے حصول معرفت الہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا سخت
دشوار، یہ بندگانِ خدا نہ صرف عبادت، بلکہ طلب و ارادت، بلکہ خود اصل ہستی و وجود میں
اپنے رب جل مجدہ کی توحید کرتے ہیں:

لا اله الا الله کے معنی عوام کے نزدیک لا معبود الا الله،

خواص کے نزدیک لامقصود الا اللہ،

اہل ہدایت کے نزدیک لامشہود الا اللہ،

ان انحصار خواص ارباب نہایت کے نزدیک لاموجود الا اللہ۔

تو اہل توحید کا سچا نام انھی کو زیبا، ولہذا ان کے علم توحید کہتے ہیں:

جعلنا اللہ تعالیٰ من خدامہم و تراب اقدامہم فی الدنیا
والآخرة وغفر لنا بجاهہم عندہ انہ اهل التقویٰ و اهل المغفرة آمین!
امید کرتا ہوں کہ اس حدیث کی یہ تاویل امام غزالی قدس سرہ العالی سے احسن
واجود، وباللہ التوفیق۔

پھر ان صورتوں میں بھی جب کہ طرز یہی برتی گئی کہ صاحب حق کو راضی فرمائیں
اور معاوضہ دے کر اسی سے بخشوائیں تو وہ کلیہ ہر طرح صادق رہا کہ حق العبد بے معافی
عبد معاف نہیں ہوتا۔ غرض معاملہ نازک ہے اور امر شدید اور عمل تباہ اہل بعید، اور کرم عظیم
اور رحم عظیم، اور ایمان خوف ورجا کے درمیان۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی
العظیم وصلى اللہ تعالیٰ علی شفیع المذنبین نجات الہالکین مرتجی
البائسین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین، واللہ
سبحنہ وتعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۴۵۹ - ۴۷۶، مسہلاً)

عملی کردار

حقوق العباد کے تعلق سے جس طرح ساؤدھانی برتنے کی ضرورت ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی میں اس کا بھرپور خیال فرمایا ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کسی سیرت نگار نے کہیں یہ لکھا ہو کہ ”اعلیٰ حضرت پر فلاں کا اتنا حق باقی تھا۔“ یہ میری نظر سے نہیں گزرا، بلکہ آپ نے ہر ایک کے حقوق کی پاسداری فرمائی، ان کا حال تو یہ تھا کہ ان کے پاس کچھ آتا تو اسے غریبوں میں تقسیم کر دیتے۔ کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ جانے نہ دیا، ان سب کے علاوہ آپ بیواؤں، حاجت مندوں اور ناداروں کے لیے وظیفے بھی مقرر کر رکھے تھے۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۱۱۸، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

اعلیٰ حضرت پر کسی کا کوئی حق باقی نہ تھا

اعلیٰ حضرت ایک عالم باعمل انسان تھے، ان کا ظاہر و باطن ایک تھا، قول و فعل میں یکساں تھے، جو کچھ پڑھا اس پر عمل کیا اور جو عمل کیا خلوص للہیت کے ساتھ کیا، اعلیٰ حضرت کی زندگی کے اس گوشے کو بیان کرتے ہوئے آپ کے شاگرد رشید علامہ نضر الدین رضوی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی سب صفتوں میں ایک بہت بڑی صفت

جو ایک عالم باعمل کی شان ہونی چاہیے تھی کہ آپ کا ظاہر باطن ایک تھا۔ جو کچھ آپ کے دل میں تھا وہی زبان سے ادا فرماتے تھے۔ اور جو کچھ زبان سے فرماتے اسی پر آپ کا عمل تھا۔ کوئی شخص کیسا ہی پیارا ہو یا کیسا ہی معزز ہو، کبھی اس کی رعایت سے کوئی بات خلاف شرع اور اپنی تحقیق کے نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر فرماتے۔ اور رعایت مصلحت کا وہاں گزر ہی نہ تھا۔

یوں ہی جس طرح قلب و زبان میں یگانگت و اتفاق کلی تھا، اسی طرح زبان و عمل میں بھی، مثلاً اپنے کو وہ ”محمدی سنی حتی قادری“ فرماتے۔ یہی پہلی مہر مبارک میں کندہ بھی تھا، تو آپ پورے محمدی سنی تھے۔ کسی بات میں کسی فعل میں خلاف سنت نہیں کیا، نہ کسی وقت کسی موقع پر مذہب حنفی کے خلاف کوئی عمل کیا، نہ قادری مشرب کے خلاف کوئی بات کی۔“

(حیات اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۲۸۸-۲۸۷، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

مذکورہ بیان کے بعد یہ گمان باطل ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر کسی کا کوئی حق باقی رہا ہوگا۔

حقوق العباد کے متعلق آپ کی وصیت

وصایا جسے آپ نے اپنے ہوش و حواس میں تحریر فرمایا، اس میں جابجا اس بات کی تاکید فرمائی کہ کوئی عمل خلاف سنت نہ ہو، اگر کسی کا کوئی حق آپ کے ذمے باقی ہو تو آپ اس

کا ذکر ضرور فرماتے، تاہم سب سے دست بستہ ان کے جو حقوق تھے معاف کرنے کی درخواست فرمائی تھی اور تمام اہل سنت سے اپنے حقوق معاف اللہ کی رضا کی خاطر معاف فرما دیے تھے، وصایا شریف میں ہے:

”دوسری میری وصیت یہ ہے:

آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف پہنچنے دی، میرے کام آپ لوگوں نے خود کیے مجھے نہ کرنے دیے، اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے، مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے، میں نے تمام اہل سنت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کر دیے ہیں، آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہو، وہ معاف کر دیں اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں ان سے میری معافی کرا لیں۔

(وصایا شریف، ص: ۹)

حاجت مند مخلوق کی خدمت

اعلیٰ حضرت شروع شروع میں مرید نہ کیا کرتے، پھر نوری میاں علیہ الرحمہ کے کہنے پر کرنے لگے تھے، پر اب بھی نذرانہ قبول نہ کرتے، نوری میاں علیہ الرحمہ کے کہنے پر نذرانہ بھی قبول فرمانے لگے تھے، مگر اسے اپنے خرچ میں بالکل استعمال نہ کرتے، بلکہ اس

کا ایک خاص مصرف تھا، آپ ان پیسوں کو ایک صندوقچے میں الگ جمع کرواتے، اس میں سے بیواؤں اور حاجت مندوں کے لیے وظیفے مقرر فرمایا کرتے۔

(ماہنامہ پیغام شریعت، دہلی، ص: ۷-۸، شمارہ: اگست، سنہ: ۲۰۱۷ء)

مقالہ: تذکرہ خانوادہ رضویہ بزبان حضرت شوکت میاں علیہ الرحمہ)

بقول آہ کے بھتیجے حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب:

”اعلیٰ حضرت کی فطرت میں ایثار داخل تھا، اس کے لیے پہلے سے کسی تعارف یا ادنیٰ واسطے اور تعلق کی اصلاً حاجت نہ تھی، ایک شخص کا مسلمان ہونا ہی بڑی ہمدردی کا مستحق بنا دیتا تھا۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت، ص: ۱۰۲، امام احمد رضا اکیڈمی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب نمبر ۲



امام احمد رضا اور حقوق استاد

قلمی کردار

مندرجہ ذیل ۲۵ حقوق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے پوچھے گئے دو سوالوں کے جواب سے اخذ کیے گئے ہیں، ایک سے لے کر ۱۴ تک کے حقوق پہلے جواب سے ماخوذ ہیں اور ۱۵ سے لے کر ۲۵ تک کے حقوق دوسرے جواب سے ماخوذ ہیں۔ کوئی حق بیان کرنے میں اعلیٰ حضرت نے قرآن کی آیتیں یا احادیث کریمہ سے استدلال کیا ہے تو انھیں بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

(۱) اس سے پہلے بات نہ کرے۔

(۲) اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت (عدم موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے۔

(۳) چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔

(۴) اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو

بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔

(۵) استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور

جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو، اس کے لیے تواضع کرے۔

(۶) لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے۔

(۷) اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں

سے ایک رسی کھول دی۔

(۸) استاذ کی تعظیم یہ ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے، بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔

(بحوالہ فتاویٰ ہندیہ)

قال الله تعالى :

”ان الذين ينادونك من وراء الحجرات اكثرهم لا يعقلون
ولو انهم صبروا حتى تخرج اليهم لكان خيرا لهم والله غفور رحيم۔“
(القرآن الکریم ۴۹ / ۵۴)

بے شک اے حبیب! جو لوگ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر تمہیں بلاتے ہیں، ان میں سے اکثر بے وقوف ہیں، وہ صبر کرتے حتیٰ کہ تم خود بخود باہر آ جاتے، تو ان کے لیے بہتر تھا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۹) عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پر نور سید عالم ﷺ ہے۔ (یعنی اس کی بات ماننا لازم جانے۔)
(۱۰) ہاں اگر کسی خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔ لاطاعة لاحد في معصية الله تعالى۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔

(۱۱) مگر اس نہ ماننے پر بھی گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے۔ فان المنکر لا يزال بمنکر (کیوں کہ ناپسندیدہ چیز ناپسند عمل سے زائل نہیں ہوتی۔) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہو گیا، اس کا وہ حکم کہ خلاف شرع ہو مستثنیٰ کیا جائے گا، بکمال عاجزی و زاری معذرت کرے اور بچے۔

(۱۲) اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی

سعادت جانے۔

(۱۳) جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم

رہے گا اور اگر اس کے احکام واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کا لزوم اور زیادہ ہو گیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے۔

(۱۵) استاذ کی ناشکری جو کہ خوفناک بلا اور تباہ کن بیماری ہے اور علم کی برکتوں کو ختم

کرنے والی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

من لم يشكر الناس لم يشكر الله۔

جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔

اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں، امام ترمذی نے جامع میں، ضیاء نے المختارہ میں

سند حسن کے ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد

المسند میں نعمان بن بشیر سے روایت کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لئن شكرتم لازيدنكم و لئن كفرتم ان عذابی لشديد۔

(القرآن الکریم ۱۴/ ۷)

اگر تم نے شکر ادا کیا تو بے شک میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری اختیار کرو

گے تو (جان لو کہ) بے شک میرا عذاب سخت ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

ان الله لا يحب كل مختال فخور۔ (القرآن الکریم ۳۱/ ۱۸)
بے شک اللہ تعالیٰ ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔
یہ بھی فرمایا:

هل نجزي الا الكفور۔ (القرآن الکریم ۳۴/ ۱۷)
ہم ناشکرے ہی کو بدلہ دیں گے۔
سرور عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا:

من اولى معروفا فلم يجد له جزاء الا الثناء فقد شكره و
من كتمه فقد كفر۔

جس کے ساتھ نیکی کی گئی وہ سوائے تعریف کے محسن کے لیے کچھ نہ کر سکا تو اس نے
اس کا شکریہ ادا کر دیا اور جس نے اس احسان کو چھپایا وہ ناشکر اہوا۔

(بخاری ادب المفرد، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، مقدسی از جابر بن عبد اللہ)

(۱۶) استاذ کے حقوق کا انکار جو کہ مسلمانوں بلکہ تمام عقل والوں کے اتفاق کے
خلاف ہے، یہ بات ناشکری سے جدا ہے کیوں کہ ناشکری تو یہ ہے کہ احسان کے بدلے کوئی
نیکی نہ کی جائے اور انکار یہ ہے کہ سرے سے احسان ہی کو نہ مانا جائے۔

یہ کہنا کہ استاذ نے تو مجھے صرف ابتداء میں پڑھایا تھا اس شخص کے لیے کچھ مفید
نہیں کیوں کہ اس بات پر اتفاق ہے۔

حدیث شریف "من لم يشكر القليل لم يشكر الكثير"

جس نے تھوڑے احسان کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے زیادہ کا بھی شکر نہیں کیا۔

(۱۷) خدا کی پناہ استاذ کی ابتدائی تعلیم کو حقیر جاننا قرآن مجید اور فقہ کی مختصر کتابوں

کی بے ادبی کی طرف راجع ہے، گویا کہ جس نے انھیں پڑھا اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا۔

اگر کوئی شخص اسے لازم پکڑے تو معاملہ یقیناً کفر کی حد تک پہنچ جائے، اب بھی یہ

بات شدید حرام اور بدترین خبیث ہے۔

(۱۸) استاذ کا مقابلہ کرنا یہ بھی ناشکری سے زائد ہے؛ کیوں کہ ناشکری تو یہ ہے کہ

شکر نہ کیا جائے اور مقابلے کی صورت میں بجائے شکر کے اس کی مخالفت بھی ہے۔

(۱۹) استاذ کے حق کو والدین حق پر مقدم رکھنا چاہیے کیوں کہ والدین کے ذریعے

بدن کی زندگی ہے اور استاذ روح کی زندگی کا سبب ہے۔ عین العلم میں ہے: والدین کے ساتھ

نیکی کرنی چاہیے، کیوں کہ ان کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے اور استاذ کے حق کو والدین کے حق

پر مقدم رکھنا چاہیے کیوں کہ وہ روح کی زندگی کا ذریعہ ہے۔ (ملخصاً)

علامہ مناوی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں نقل فرماتے ہیں: جو شخص لوگوں کو علم

سکھائے وہ بہترین باپ ہے؛ کیوں کہ وہ بدن کا نہیں روح کا باپ ہے۔

ظاہر ہے کہ نافرمانی کی شامت کہاں تک ہے، حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے شرک

کے پہلو میں شمار کیا اور بدترین کبیرہ گناہ خیال فرمایا۔

امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتا دوں؟“

یہ بات آپ نے تین دفعہ فرمائی۔

صحابہ نے عرض کی: ”فرمائیے۔“

آپ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔“

اور اگر اس قسم کی حدیثیں گننا شروع کر دی جائیں تو ان کے لیے دفتر در کا ہوگا۔

(۲۰) سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”من علم عبداً آية من كتاب الله

تعالیٰ فهو مولاہ“ جس نے کسی آدمی کو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھائی وہ اس کا آقا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

من علمنی حرفاً فقد صیرنی عبداً ان شاء باع وان شاء اعتق۔

جس نے مجھے ایک حرف سکھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنا لیا، چاہے تو مجھے بیچ دے

اور چاہے تو آزاد کر دے۔

امام شمس الدین سخاوی حدیث کے امیر المومنین شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالیٰ سے

روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

”من کتبت عنه اربعة احادیث او خمسة فانا عبده حتى اموت“

جس سے میں نے چار یا پانچ حدیثیں لکھیں میں اس کا تاحیات غلام ہوں۔

بلکہ انھوں نے فرمایا:

”ما کتبت عن احد حدیثاً الا وکنت له عبداً ما حی“

جس سے میں نے ایک حدیث لکھی میں اس کا عمر بھر غلام رہا ہوں۔

(۲۱) اپنے آپ کو استاذ سے افضل قرار دینا، یہ خلاف مامور ہے۔ طبرانی نے اوسط میں اور ابن عدی نے کامل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

تعلبوا العلم وتعلبوا للعلم السکينة والوقار وتواضعوا لمن تعلبون منه۔

علم سیکھو اور علم کے لیے ادب واحترام سیکھو، جس استاذ نے تجھے علم سکھایا ہے اس کے سامنے عاجزی اور انکساری اختیار کرو۔

(۲۲) عقل مند اور سعادت مند اگر استاذ سے بڑے بھی ہو جائیں تو اسے استاذ کا فیض اور اس کی برکت سمجھتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ استاذ کے پاؤں کی مٹی پر سر ملتے ہیں۔
آخر اے باد صبا! سب تیرا ہی احسان ہے

(۲۳) بے عقل اور شریر اور نا سمجھ جب طاقت و توانائی حاصل کر لیتے ہیں تو بوڑھے باپ پر ہی زور آزمائی کرتے ہیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی اختیار کرتے ہیں جلد نظر آجائے گا کہ جب خود بوڑھے ہوں گے تو اپنے کیے ہوئے کی جزا اپنے ہاتھ سے چکھیں گے، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے، اور آخرت کا عذاب سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

(۲۴) کسی طرح جائز نہیں کہ استاذ کو طاقت کے ذریعے اس کے مرتبے سے گرا کر خود اس کی جگہ بیٹھا جائے اور لافیں ماری جائیں۔ حالاں کہ بیٹھنے کی جگہ اور معاش میں اسی طرح بستر اور مرتبے میں واضح فرق ہے۔ (یعنی جب استاذ کی جگہ اور اس کے بستر پر بیٹھنا نہیں چاہیے تو اس کے ذریعہ معاش اور مرتبے کو چھیننا کس طرح درست ہو گا؟)

(۲۵) کسی طرح درست نہیں کہ استاذ کو مجبور کر کے پیچھے ہٹا دیا جائے اور خود منصب امامت سنبھال لیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج: ۲۴، ص: ۴۱۲-۴۲۵، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات)

ہارون رشید کا اپنے بیٹے کے استاذ کے لیے ادب

ہارون رشید جیسے جبار بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لیے حضرت امام کسائی سے عرض کیا۔

فرمایا: ”میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا، شہزادہ میرے ہی مکان پر آ جایا کرے۔“

ہارون رشید نے عرض کی:

”وہ وہیں حاضر ہو جایا کرے گا، مگر اُس کا سبق پہلے ہو۔“

فرمایا: ”یہ بھی نہ ہوگا، بلکہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا۔“

غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز ہارون رشید کا گزر ہوا، دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون رشید پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضب ناک ہو کر اُترا اور مامون رشید کے کوڑا مارا، اور کہا:

”او بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لیے دیے ہیں، ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور

دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔“

(المفوض، حصہ اول، ص: ۱۴۴، مکتبۃ المدینہ)

اس فصل میں ہم نے اعلیٰ حضرت کی حیات کو دو جہت سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، ایک بحیثیت شاگرد اور دوسری بحیثیت استاد۔

عملی کردار (بحیثیت شاگرد)

اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست بہت ہی مختصر ہے، آنے صرف ۶ اساتذہ کرام سے اکتساب فیض فرمایا، جن کے نام یہ ہے:

(۱) آپ کے والد ماجد حضرت مولانا تقی علی خاں علیہ الرحمہ

(۲) وہ استاد جنہوں نے آپ کو ابتدائی کتاب پڑھائی

(۳) حضرت مولانا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ

(۴) حضرت مولانا عبدالعلی رام پوری علیہ الرحمہ

(۵) حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ

(۶) آپ کے پیرومرشد علیہ الرحمہ

(حیات اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۹۵، امام احمد رضا اکیڈمی)

آئیے ایک سرسری نظر آپ کے شاگردانہ حالات پر دوڑالیں۔ اعلیٰ حضرت اپنے اساتذہ کا بڑا ادب فرمایا کرتے، ہمیشہ ایک محنتی طالب علم کی طرح وہی کام کرتے جس سے آپ کے اساتذہ کی روح خوش ہو جاتی۔ ذیل کے واقعات سے آپ اس کا اندازہ لگا سکیں گے:

استاد کی باتیں ہمیشہ ذہن نشین رکھتے

ایک فرماں بردار اور اچھے شاگرد کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے استاد کی باتوں کو ہمیشہ اپنے ذہن و دماغ میں محفوظ رکھتا ہے اور ان باتوں کا اثر اس کے دل میں ہمیشہ باقی رہتا ہے، آئیے اس عادت کے آئینے میں اعلیٰ حضرت کی زندگی کا مشاہدہ کریں:

ایک روز حضرت مولانا شاہ سید احمد اشرف صاحب کچھو چھوی سے فرمایا:

”رَدِّ وہابیہ“ اور ”افتا“ یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے، ان میں بھی طبیبِ حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک طبیبِ حاذق (یعنی آپ کے استاد حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ) کے مطب میں سات برس بیٹھا، مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔

میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم کو بڑی کوشش و جاں فشانی سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں مگر جب حضرت والدِ ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انھوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رَدِّ ہو گئے۔ وہی جملہ اب

تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک اُن کا اثر باقی ہے۔ خود ستائی جائز نہیں، مگر وقت حاجت، اظہارِ حقیقت تحدیثِ نعمت ہے۔

(المملووظ، حصہ اول، ص: ۱۴۱، مکتبۃ المدینہ)

استاد جو بھی پڑھاتے وہ فوراً یاد کر لیتے

ہر استاد کا یہ حق ہوتا ہے کہ اس کا شاگرد، دورانِ درس ہمہ تن گوش ہو کر اس کی بات سنیں، استاد جو سبق دے اسے یاد کرے اور استاد کے حضور اسے سنائے، ایک مخلص استاد کے لیے شاگرد کی یہ عادت اتنی فرحت بخش ہوتی ہے کہ اگر کوئی طالب علم دن رات اس کی خدمت کرتا رہے، تب بھی اسے یہ خوشی میسر نہیں آتی، اعلیٰ حضرت کا درس سننے کا یہی معمول تھا، دھیان سے سنتے اور فوراً یاد کر کے سنا دیتے، خود بیان فرماتے ہیں:

”میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا، جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا۔ جب سبق سنتے تو حرف برف لفظ بہ لفظ سنا دیتا۔ روزانہ کی حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے (فرط مسرت میں) فرمانے لگے:

”احمد میاں! تو کہو آدمی ہو یا جن، کہ مجھ کو پڑھانے میں دیر لگتی ہے،

مگر تم کو یاد کرنے میں دیر نہیں لگتی۔“

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۹۱، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

استاد کا بے حد احترام

اعلیٰ حضرت اپنے استاد کا کس طرح احترام فرماتے، علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کی کتاب حیاتِ اعلیٰ کے اس اقتباس سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

”ابتدائی کتابیں ان مولوی صاحب سے جب حضور نے پڑھ لیں تو میزان و منشعب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھنا شروع کیا۔

میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم و مغفور کو دیکھا تھا۔ گورا چٹانگ، عمر تقریباً ۸۰ سال، داڑھی اور سر کے بال ایک ایک کر کے سفید، عمامہ باندھے رہتے، جب بھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔

ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امر تالین میں تھا، وہاں سے اکثر سوالات، جواب طلب، بھیجا کرتے۔ فتاویٰ رضویہ میں بہت استثنا ان کے ہیں۔ انھی کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ ”تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین“ تحریر فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت ان کی بات بہت مانا کرتے، جب کوئی اہم کام سمجھا جاتا لوگ حضرت مرزا مرحوم کو سفارشی لاتے۔ ان کی سفارش بھی رائیگاں نہیں جاتی تھی۔ اعلیٰ حضرت ان کا بہت زیادہ خیال فرماتے، اور وہ جو کچھ فرماتے ان کی فرمائش قبول فرماتے۔“

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۹۱، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

استاد سے استفسار

مخلص اساتذہ کرام اس کی تائید ضرور کریں گے کہ استاد کا ایک حق یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر طالب علم کو کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو وہ استاد سے پوچھے، یہ نہیں کہ سمجھ آئے یا نہ آئے بس بکری کی طرح سر ہلاتا رہے، اس سے استاد کو دلی تکلیف ہوتی۔ اعلیٰ حضرت انھی لائق و فائق شاگردوں میں سے تھے جو نہ سمجھ آنے پر استفسار کر لیا کرتے ہیں، علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

”وقتِ بسم اللہ خوانی عجیب واقعہ پیش آیا، حضور کے استاد محترم نے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کے بعد الف باتا تا، جس طرح پڑھایا جاتا ہے، پڑھایا۔ حضور ان کے بتانے کے مطابق پڑھتے رہے، جب ”لام الف“ کی نوبت آئی، استاد نے فرمایا: ”لام الف۔“

حضور خاموش ہو گئے اور نہیں کہا، استاد نے دوبارہ کہا:

”میاں ’لام الف‘۔“

حضور نے فرمایا:

”یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں، لام بھی پڑھ چکے ہیں، الف بھی پڑھ چکے ہیں، یہ دوبارہ کیسا؟“

اس وقت حضور کے جد امجد اعلیٰ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب

قدس سرہ العزیز نے کہ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، فرمایا:

”بیٹا استاد کا کہا مانو! جو کہتے ہیں پڑھو۔“

حضور نے اپنے جد امجد کی تعمیل حکم کی اور اپنے جد امجد کے چہرہ کی طرف نظر کی۔ حضور (جد امجد) نے اپنے فراست ایمانی سے سمجھا کہ اس بچے کو شبہ یہ ہو رہا ہے کہ یہ حروف مفردہ کا بیان ہے۔ اب اس میں ایک مرکب لفظ کیسے آیا، ورنہ یہ دونوں حرف الگ الگ تو پڑھ چکے ہیں۔ اگرچہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کا ظاہر کرنا مناسب نہ تھا اور سمجھ سے بالا خیال کیا جاتا، مگر - ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات - حضرت جد امجد نے نور باطنی سے سمجھا کہ یہ بچہ کچھ ہونے والا ہے؛ اس لیے ابھی سے اسرار و نکات کا ذکر ان کے سامنے مناسب جانا، اور فرمایا:

”بیٹا تمہارا خیال درست اور سمجھنا بجا ہے، مگر بات یہ ہے کہ شروع میں تم نے جس کو الف پڑھا حقیقتاً وہ ہمزہ ہے، اور یہ درحقیقت الف ہے؛ لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، اور ساکن کے ساتھ ابتدا ناممکن؛ اس لیے ایک حرف یعنی ”لام“ اول میں لا کر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے۔“

حضور نے فرمایا:

”تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا۔ اتنے دور کے بعد ”لام“ کی کیا خصوصیت ہے۔ باء، تاء، دال، سین بھی اول لا سکتے تھے۔“

حضرت جد امجد نے غایت محبت و جوش میں گلے لگا لیا اور دل سے بہت دعائیں دیں، اور پھر فرمایا:

لام اور الف میں صورت اور سیرۃ مناسبت خاص ہے، ظاہر لکھنے میں بھی

دونوں کی صورت ایک سی ہوتی ہے، اور سیرۃً اس وجہ سے کہ لفظ ”لام“ کا قلب ”الف“ ہے اور الف“ کا قلب لام ہے۔ یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے وہ اس کے بیچ میں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۸۹-۹۰، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

عملی کردار (بحیثیت استاد)

اگر ہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے شاگرد و خلفا کو شمار کرائیں تو ایک بہت لمبی فہرست تیار ہو جائے اور کتاب کا مقصد فوت ہو جائے، اس لیے ہم اس بحث میں نہ پڑ کر صرف ان تعلقات کا تذکرہ کرتے ہیں جو اعلیٰ حضرت کا اپنے تلامذہ سے تھا:

استاد کے نقش قدم پر

استاد کی یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا شاگرد اس کے نقش قدم پر چلتا رہے، وہ چاہتا ہے کہ جس طرح میں اپنے شاگردوں کے ساتھ پیش آتا ہوں میرا شاگرد بھی اپنے شاگردوں کے ساتھ اسی طرح پیش آئے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا معاملہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسا ہی تھا، جیسا آپ کے اساتذہ کا آپ کے ساتھ تھا۔ ذیل کے واقعہ سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

”جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ میں نے سب سے پہلے فتویٰ ۱۳۲۲ھ میں لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا۔ حسن اتفاق سے بالکل بیچ نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتویٰ کو لیے ہوئے میرے پاس خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”مولانا سب سے پہلے فتویٰ میں نے لکھا تو میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز (آپ کے استاد محترم) نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو

فتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے؛ اس لیے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔“

غایت مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہو گئی اور میں کچھ بول نہ سکا؛ اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط، مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا۔ اور پھر اس پر انعام اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ کے ساتھ کہ میرے والد ماجد صاحب (آپ کے استاد محترم) نے مجھے اول فتویٰ پر انعام دیا تھا؛ اس لیے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ: ۱۵۴، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات)

طلبہ کو بیٹے کی طرح مانتے

اعلیٰ حضرت اپنے شاگردوں کے ساتھ بالکل بیٹوں جیسا سلوک فرماتے، جس کا اعتراف خود آپ کے شاگردوں کو بھی تھا، چنانچہ آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا ظفر الدین برکاتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور پھر اس عزت افزائی کو ہمیشہ برقرار رکھا، میرے پاس اعلیٰ حضرت کے چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے آئے تھے، اس میں برابر ولدی الاعز مولانا محمد ظفر الدین جعلہ اللہ تعالیٰ کاسمہ ظفر الدین سے شروع فرماتے، فتاویٰ شریف جلد اول میں میرا نام انھی لفظوں سے تحریر فرمایا ہے۔ جزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء“

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ: ۱۵۵، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات)

طلبہ کے لیے قلبی اضطراب

خلافت کمیٹی کا زمانہ تھا، خلافتیوں نے بریلی میں ایک جلسہ منعقد کیا تھا، آپ کے شاگرد مفتی امجد رضا کو جب معلوم ہوا کہ ان کا جلسہ ہونے والا ہے، اس جلسے میں مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی بھی آنے والا ہے، جو آکر اپنی گمراہیت تو پھلائے گا ہی ساتھ ہی اعلیٰ حضرت کی شان میں گستاخی بھی کرے گا، یہ معلوم ہوتے ہی آپ تن تنہا مخالفین کے بھرے ہوئے مجمع میں پہنچ گئے، جب در بھنگی صاحب کو معلوم ہوا کہ مفتی امجد رضا بھی جلسہ سننے آئے ہوئے ہیں تو عذر کر کے جلسے سے فرار ہو گیا اور ایک بڑا فتنہ ہوتے ہوئے ٹل گیا، اس مدت میں اعلیٰ حضرت کی دل کی کیفیت کیا تھی، اسے خود صدر الشریعہ کی زبان میں ملاحظہ فرمائیں:

”میرے جلسے میں جانے کی اطلاع کسی نے اعلیٰ حضرت کو دے دی، اطلاع پا کر نہایت درجہ پریشان تھے، کہیں ایسا نہ ہو کہ منافقین کا جلسہ ہے کوئی حملہ کر دے یا اور کسی قسم کی اذیت پہنچائے، خبر پا کر اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف نہیں لے گئے؛ بلکہ اس وقت سے جب تک میں جلسہ سے واپس نہ آیا برابر مسجد میں ٹھہرے رہے اور میری فتح و نصرت اور حفظ و امن کے لیے دعا کرتے رہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کی دعاؤں ہی کا صدقہ ہے کہ فقیر جہاں جاتا

ہے کامیاب ہوتا ہے اور کبھی آج تک ذلیل و شرمندہ نہیں ہونا پڑا۔
(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص: ۴۹، رضا اکیڈمی، لاہور)

اپنی خوشیوں میں طلبہ کو بھی شریک کرتے

اعلیٰ حضرت اپنی خوشی میں اپنے طلبہ کو بھی شریک فرماتے، ان کی دعوت کرتے اور خاص طلبہ کو کچھ بیش قیمتی تحفے تحائف سے بھی نوازتے:

حضرت جتہ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کو برابر بیٹیاں ہی پیدا ہوئیں؛ اس لیے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی بیٹا ہوتا، کہ اس کے ذریعے اعلیٰ حضرت کا نسب و حسب، فضل و کمالات کا سلسلہ جاری رہتا، خداوند عالم کی شان ۱۳۲۵ھ میں محمد ابراہیم رضا خاں سلمہ کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت، بلکہ تمام خاندان، بلکہ جملہ متوسلین کو از حد خوشی ہوئی۔ اس خوشی میں من جملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبہ مدرسہ اہل سنت و جماعت ”منظر اسلام“ کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔

بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا: آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟

انھوں نے کہا: ”مچھلی بھات۔“

چنانچہ رو ہو مچھلی بہت وافر طریقہ پر منائی گئی اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی۔

بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا: آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟

ان لوگوں نے کہا: ”بریانی، زردہ، کباب، فیرنی، میٹھا مکڑہ وغیرہ۔“

ان کے لیے یہ پر تکلف کھانا تیار کرایا گیا۔

پنجاب اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی دنبے کا خوب چربی دار گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں۔ ان لوگوں کے لیے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔

اس وقت خاص عزیزوں اور مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں انھی خاص لوگوں میں ہوں جن کے لیے جوڑا بھی تیار کرایا گیا تھا۔ کرتا، پائے جامہ، جوتا، ٹوپی تو اسی زمانے میں پہن لیا تھا، مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا، گاہے گاہے اس کو پہنا کرتا تھا، وہ بہت دنوں تک رہا، یہاں تک کہ چھوٹا ہو گیا تو اس کو تبرکاً رکھ دیا۔ جب مدرسہ خانقاہ شہسرام میں مدرس ہوا اور مخلص قدیم مولوی سید غیاث الدین صاحب چشتی ابوالعلائی رجہتی بہاری کو حسب طلب محترم حامی دین متین جناب حامی محمد لعل خاں صاحب کلکتہ بھیجنے لگا، اس وقت میں نے وہ انگرکھا مولوی صاحب موصوف کی نذر کر دیا جو ان کے جسم پر ٹھیک آگیا۔

اس وقت ان کے بڑے بھائی مولوی محمد یونس صاحب نے کہا کہ تم کو لینا نہیں چاہیے تھا۔ مگر مولوی صاحب نے جواب دیا کہ اولاً مولانا کے میرے تعلقات دوستانہ قدیم زمانہ طالب علمی کے ہیں، ثانیاً یہ انگرکھا تاریخی تبرک ہے، یہ اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے، یہ مولانا ظفر الدین صاحب کی محبت و خلوص ہے جو انھوں نے مجھے عنایت فرمایا، جو قیمتی ہونے کے علاوہ تبرک اور عزیزی مولوی محمد ابراہیم رضا خاں، عرف جیلانی میاں کی پیدائش کی یادگار ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۱۱۰-۱۱۲، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

آپ کے طلبہ کا آپ سے قلبی لگاؤ

اعلیٰ حضرت اپنے شاگردوں سے اس قدر محبت و شفقت فرماتے کہ وہ آپ سے دور رہنا گوارا نہ کرتے، حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد آپ کے شہر بریلی تک کو چھوڑنا بعض طلبہ پر شاق گزرتا اور خود اعلیٰ حضرت بھی اپنے چہیتے طلبہ کو دور جانے نہ دیتے، آپ کے شاگرد رشید حضور صدر الشریعہ اپنی خود نوشت سوانح میں تحریر فرماتے ہیں:

”بریلی کے زمانہ قیام میں بہت سی جگہوں سے ملازمت کے لیے لوگوں نے کوششیں کیں اور چاہا کہ ہمارے مدرسے میں آکر کام کریں، مگر اعلیٰ حضرت قبلہ کے ساتھ جو تعلقات تھے اور اعلیٰ حضرت جیسی محبت فرماتے تھے قلب میں اس کا ایسا اثر تھا کہ بریلی چھوڑنے کو ہرگز دل نے گوارا نہ کیا۔ اگرچہ دوسری جگہ بریلی سے بہت زیادہ تنخواہیں ملتی تھیں اور کام بھی بریلی کی بہ نسبت تقریباً ایک چھوٹا کرنا پڑتا، مگر وہاں جانا پسند نہ کیا، بلکہ خود اعلیٰ حضرت نے بھی اگر لوگوں نے آپ سے لے جانے کی درخواست بھی کی تو اجازت نہیں دی۔ اعلیٰ حضرت کی وفات کے بعد، کچھ زمان گزرنے کے بعد بریلی کو چھوڑنا پڑا۔

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص: ۷۹، رضا اکیڈمی، لاہور)

طلبہ کو عیدی دیتے

عید کا موقع ہوتا تو جس طرح اپنے عزیز واقارب کو عیدی عنایت فرماتے اسی طرح اپنے شاگردوں کو بھی عنایت فرماتے، مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”طالب علمی کے زمانہ میں جب بھی ماہ مبارک رمضان شریف میں بریلی شریف رہنا ہوا اور اس تعطیل میں اپنے گھر نہ آیا، تو عید الفطر کے دن جس طرح آپ تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے تھے اور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سید عبدالرشید صاحب گوپاموی عظیم آبادی، مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف، مولوی محمد ابراہیم صاحب اوگانوی، مولانا مولوی محمد نذیر الحق صاحب رمضان پوری، مولوی اسماعیل صاحب بہاری، سب کو علی قدر مراتب عیدی عطا فرماتے۔“

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۱۱۰، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

طلبہ کی حوصلہ افزائی فرماتے

طلبہ کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے، ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ نے کچھ اشعار پڑھے تو فرمایا:

”مولانا میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں، -اپنے عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے جو بہت قیمتی تھا- فرمایا: اگر اس عمامہ کو پیش کروں تو آپ اس دیار پاک سے تشریف لارہے ہیں، یہ عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں، البتہ میرے کپڑوں میں سب سے پیش قیمت ایک جبہ ہے وہ حاضر کیے دیتا ہوں۔“

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۱۱۷، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

طلبہ کو پہلے سے بڑی ذمہ داری کے لیے تیار رکھتے

ایک دور اندیش استاد اور قائد کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کے انتقال کرنے کے بعد اس کے ذہین اور باصلاحیت طلبہ اس کی نیابت کا کام جاری رکھیں، اسی کوشش کی تکمیل کے لیے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے حضور صدر الشریعہ اور حضور مفتی اعظم ہند کو بلایا اور علمائے کرام کی موجودگی میں دونوں کو منصبِ افتا پر یہ کہتے ہوئے فائز فرمایا:

”شریعت کی جانب سے اللہ عز وجل اور اس کے رسول ﷺ نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا ہے، اس کی بنا پر میں ان دونوں کو اس کام پر مامور کرتا ہوں، نہ صرف مفتی؛ بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں؛ کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے۔“

اس کے بعد اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر اس کام کے لیے قلم دوات وغیرہ سپرد کیا۔“

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص: ۴۹، رضا اکیڈمی، لاہور)

خواب میں تشریف لا کر طلبہ کی رہ نمائی فرمائی

آپ کے شاگرد حضور صدر الشریعہ اپنا ایک خواب اپنی خود نوشت سوانح میں بیان

فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کی وفات سے چند روز بعد خواب میں دیکھا تقریباً دس بجے دن کا وقت ہوگا، زنانے مکان سے کچھ کاغذ ہاتھ میں لیے ہوئے برآمد ہوئے اور جس پلنگ پر باہر تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ اس کے قریب حسب دستور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں، ایک کرسی پر میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے پلنگ کے پاس تشریف لا کر وہ تمام کاغذات میرے حوالے کیے۔

”اس وقت میری زبان سے نکلا کہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے، آپ کیسے تشریف

لائے؟“

فرمایا:

”ہم اسی طرح آیا کریں گے۔“

خواب سے بے دار ہونے کے بعد میں نے یہ تصور کیا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح میرے زمانہ حیات میں تم یہ سب کام انجام دیا کرتے تھے، اب بھی یہ چیزیں تمہارے سپرد کی جاتی ہیں، لوگوں کی تحریر کا جواب دینا تمہارے ہی متعلق کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد بلا تکلف اس خدمت افتا وغیرہ کو انجام دیتا رہا

اور سمجھ لیا کہ جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں اس کام کو تفویض فرمایا تھا، اب بھی اسی کام کو مجھ سے لینا چاہتے ہیں اور جو کچھ دشواریاں ہوں گی اس میں وہ خود مددگار ہوں گے۔“

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص: ۴۵-۴۶، رضا اکیڈمی، لاہور)

طلبہ کا پریکٹکل امتحان

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ محض پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اس کے لیے پریکٹس کی ضرورت ہوتی ہے، اگر پریکٹس نہ کرائی جائے تو اچھی خاصی معلومات ہونے کے باوجود لوگ غلطیاں کرتے رہتے ہیں، اس لیے ایک مخلص استاد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ کچھ مسائل خاص طور پر مسائلِ فقیہ بچوں کو پریکٹکل کر کے سمجھائے، اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی اپنے طلبہ کا پریکٹکل کروا کر امتحان لیتے، جو فیصل ہوتا اسے کچھ دنوں کی مہلت دیتے کہ اپنی غلطیاں سدھار لیں، چنانچہ آپ کے شاگرد حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے منظر اسلام کے جملہ مدرسین و طلبہ کے متعلق حکم صادر فرمایا کہ سب لوگ وضو مولانا امجد علی صاحب کے سامنے کریں اور پھر ان کی نگرانی میں دو رکعت نماز بالچہر ادا کریں اور یہ حکم دیا تھا کہ ان کے وضو

اور نماز کو اچھی طرح دیکھا جائے اور اس میں جو کچھ غلطیاں ہوں، بتائی جائیں، جن لوگوں کی غلطیاں دیکھی جائیں ان کو موقع دیا جائے کہ کچھ دنوں مشق کرنے کے بعد پھر اپنے وضو اور نمازوں کا امتحان دیں، جس کے متعلق کہہ دیں کہ اس کا وضو اور نماز صحیح ہے، وہی شخص شہر کی کسی مسجد کی امامت کر سکتا ہے، ورنہ نہیں۔“

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص: ۴۸، رضا اکیڈمی، لاہور)

غلطی پر تنبیہ فرماتے

تلامذہ سے کبھی کوئی غلطی سرزد ہوتی تو اس پر تنبیہ فرماتے، چنانچہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے اپنے شاگرد مفتی امجد رضا سے فرمایا:

”اگر انتظام ہو سکے گا تو اسی سال (۱۳۳۷ھ) مدینہ طیبہ جانے کا خیال ہے۔“

مفتی امجد رضا نے عرض کیا:

”اگر حضور تشریف لے جائیں گے تو میں بھی ہم رکاب رہوں گا۔“

اس پر ارشاد فرمایا:

”مدینہ طیبہ تشریف لے جانے کے بجائے حاضر ہونا کہنا چاہیے۔“

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص: ۷۹، رضا اکیڈمی، لاہور)

اپنے طلبہ کا مفید مشورہ قبول فرماتے

بڑے دل والے اور مخلص اساتذہ کی یہ شان ہوتی ہے کہ اگر ان کے طلبہ کوئی مفید مشورہ دیں تو وہ اسے قبول فرما لیتے ہیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو بھی جب ان کے طلبہ کوئی اہم مشورہ دیتے تو آپ اسے قبول فرما لیتے، چنانچہ صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت کو قرآن کریم کا ترجمہ فرمانے کا مشورہ دیا، اعلیٰ حضرت کچھ وجوہات کی بنا پر راضی نہیں ہو رہے تھے، مگر جب حضور صدر الشریعہ نے بار بار اصرار کیا تو آپ راضی ہو گئے۔

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص: ۴۲، رضا اکیڈمی، لاہور)

حضور صدر الشریعہ ہی کے مشورے پر اعلیٰ حضرت نے کئی لوگوں کو اپنی خلافت

سے نوازا۔

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص: ۴۹، رضا اکیڈمی، لاہور)

دوسرے طلبہ کی ضرورت کا بھی خیال رکھتے

طالب علم دین خواہ آپ کا شاگرد ہو یا نہ ہو اس کی عزت فرماتے، اس کی ضرورتوں کا لحاظ رکھتے اور پوری کوشش فرماتے کہ کسی کو کوئی دلی تکلیف نہ ہو، ذیل کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

”جناب مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب صدر مدرس و مہتمم ”حمیدیہ درجہ نگہ“ نے فرمایا کہ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا، میں ٹونک میں پڑھتا تھا، وہاں ایک بزرگ

تشریف لائے جن کی دعا اور تعویذات کا بہت ہی شہرہ اور حد سے زیادہ چرچا تھا۔ جس کو جس مقصد کے لیے تعویذ دیا تیرہ ہدف ثابت ہوا۔ جو جس مقصد کے لیے تعویذ مانگتا کامیابی اس کا قدم چومتی۔ کامیاب ہونے کے بعد وہ نذر بھی کافی پیش کرتا۔

ایک دن خود مجھ سے فرمایا: تم کوئی تعویذ نہیں مانگتے۔

میں نے کہا: میرے پاس نذر دینے کو روپے کہاں ہیں کہ اس کی ہمت کروں۔
فرمایا: تم سے کچھ نذر نہیں۔

اس کے بعد ایک نقش مجھے عطا فرمایا اور فرمایا: سونے کے پتھر پر ”شرفِ آفتاب“ میں کندہ کرا کے انگوٹھی میں جڑوا کر پہن تسخیر و اکسیر ہوگی۔

خدا کی شان کندہ کرنے والے بھی مل گئے اور اس قدر سونے کا بھی سامان ہو گیا۔ رہا ”شرفِ آفتاب“ معلوم کرنے کا مسئلہ۔ مجھے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ، اس فن میں کامل ہیں، چنانچہ ان کی خدمت میں عریضہ حاضر کیا اور دریافت کیا کہ امسال ”شرفِ آفتاب“ کب ہے اور کس وقت سے اور کب تک رہے گا۔ خدا کی شان کہ جس دن یہ عریضہ وہاں پہنچا، اس کے دوسرے ہی دن ”شرفِ آفتاب“ تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر بوایسی ڈاک بھی اعلیٰ حضرت جواب تحریر فرماتے تو بریلی سے ٹونک تک ”شرفِ آفتاب“ ختم ہو جانے کے بعد خط پہنچتا۔ اس وقت مجھے جو صدمہ ہوتا، ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ بیان سے باہر ہوتا۔ اور ایک سال کامل پھر اس وقت کا انتظار کرنا پڑتا۔

اعلیٰ حضرت نے ایک طالب علم کی اس تکلیف و صدمہ کا خیال فرماتے ہوئے، اپنے پاس سے تار پر جواب دیا کہ کل ۱۹ بجے سے شروع ہوگا اور ایک رات دن رہے گا۔

ٹھیک وقت پر مجھے تار مل گیا اور میں وقت مقررہ پر تعویذ کندہ کرا سکا، اس تعویذ کی انگوٹھی ہر وقت میرے ہاتھ میں رہتی ہے۔ جس وقت اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں، اعلیٰ حضرت کی اس شفقت اور احسان کو یاد کرتا ہوں کہ ایک طالب علم کی ضرورت کا انھوں نے کس درجہ خیال کیا اور نہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ معمولی غیر شناسا آدمی جو ابی خط بھی لکھتا، تب بھی اس کو جواب دینے کی زحمت برداشت نہیں کی جاتی نہ کہ اپنے پاس سے تار دینا اور یہ خیال کرنا کہ وقت گزر جانے کے بعد اگر جواب دیا گیا تو کس کام کا۔ واقعی یہ بڑوں کی بڑی بات ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۱۱۴ - ۱۱۵، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب نمبر ۳



امام احمد رضا اور حقوق والدین

قلمی کردار

آئیے دیکھیں کہ آپ نے اس تعلق سے کیا قلمی خدمات انجام دی ہیں:

والدین کا نافرمان فاسق، فاجر، مرتکب کبائر، عاق ہے

آپ سے ایک استفتا ہوا کہ ایک بیٹا اپنے والد کی نافرمانی کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے، اس کے جواب میں آپ لکھتے ہیں:

”پسر مذکور فاسق فاجر مرتکب کبائر عاق ہے اور اسے سخت عذاب و غضب الہی کا استحقاق، باپ کی نافرمانی اللہ جبار و قہار کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضی اللہ جبار و قہار کی ناراضی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کے جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی اس کے دوزخ ہیں۔ جب تک باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا، عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی سخت بلاء نازل ہوگی مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔“

اس کے بعد مذکورہ احکام پر آپ یہ آٹھ احادیث کریمہ بطور استدلال پیش کرتے ہیں:

حدیث نمبر ۱:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

طاعة الله طاعة الوالد ومعصية الله معصية الوالد۔ رواہ

الطبرانی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ کی اطاعت ہے والد کی اطاعت، اور اللہ کی معصیت ہے والد کی معصیت۔

حدیث نمبر ۲

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

رضا اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی سخط الوالد۔ رواہ

الترمذی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم عن عبداللہ بن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔

حدیث نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ہما جنتک ونارک۔ رواہ ابن ماجہ عن ابی امامۃ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ۔

ماں باپ تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں۔

حدیث نمبر ۴

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

الوالد اوسط ابواب الجنة فان شئت فاضع ذلك الباب او

احفظہ۔

رواہ الترمذی فی صحیحہ وابن ماجہ وابن حبان عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

والد جنت کے سب دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے اب تو چاہے تو اس دروازے کو اپنے ہاتھ سے کھودے خواہ نگاہ رکھ۔

حدیث نمبر ۵

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلاثة لا يدخلون الجنة العاق لوالديه والديوث والرجلة من النساء. رواه النسائي والبزار باسناد جيد والحاكم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تین اشخاص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور دیوث اور وہ عورت کہ مردانی کرنے والا اور دیوث اور وہ عورت کہ مردانی وضع بنائے۔

حدیث نمبر ۶

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلاثة لا يقبل الله عز وجل منهم صرفا ولا عدلا عاق ومنان ومكذب بقدر۔ رواه ابن ابی عاصم في السنة بسند حسن عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تین شخصوں کا کوئی فرض و نفل اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا: عاق اور صدقہ دے کر احسان جتانے والا اور ہر نیکی و بدی کو تقدیر الہی سے نہ ماننے والا۔

حدیث نمبر ۷

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

كل الذنوب يؤخر منها ما شاء الى يوم القيامة الا عقوق
الوالدين فان الله يعجله لصاحبه في الحياة قبل المات رواه
الحاكم والاصبهاني والطبراني عن ابى بكر رضى الله تعالى عنه۔
سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کے لیے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ
کی نافرمانی کہ اس کی سزا جیتے جی پہنچاتا ہے۔

حدیث نمبر ۸

ایک جوان نزع میں تھا، اسے کلمہ تلقین کرتے تھے، نہ کہا جاتا تھا، یہاں تک کہ
حضور اقدس ﷺ تشریف لے گئے اور فرمایا:
کہ لا الہ الا اللہ۔

عرض کی: نہیں کہا جاتا،

معلوم ہوا کہ ماں ناراض ہے، اسے راضی کیا تو کلمہ زبان سے نکلا۔

رواہ الامام احمد والطبرانی عن عبد اللہ بن ابی اوفی رضى الله
تعالى عنه۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۳۸۳-۳۸۶)

سوتیلی ماں کا احترام و ادب واجب

ایک استفتا سوتیلی ماں کے تعلق سے آیا کہ اگر کوئی فرزند اپنی سوتیلی ماں پر

طرح طرح کی تہمتیں لگائے، تو اس کا کیا حکم ہے، نیز یہ کہ سوتیلی ماں کا اپنے علاقائی فرزند پر کوئی حق ہے بھی یا نہیں؟

اس کے جواب میں پہلے تو آپ یہ بیان فرماتے ہیں کہ تہمت تو کسی مسلمان پر بھی نہیں لگا سکتے، اگر تہمت زنا ہو تو تہمت لگانے والے پر ۸۰ کوڑے لگتے ہیں، پھر صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد سے دو ایسی احادیث نقل فرماتے ہیں جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ والد کے دوست کے ساتھ ہمیں کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے:

حدیث نمبر ۱

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان ابرابر صلة الرجل اهل ودایہ۔ رواہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بے شک سب نکو کاریوں سے بڑھ کر نکو کاری یہ ہے کہ فرزند اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔

حدیث نمبر ۲

رسول اللہ ﷺ نے ماں باپ کے ساتھ نکو کاری کے طریقوں میں یہ بھی شمار فرمایا:

واکرم صدیقہما۔ ابوداؤد و ابن ماجہ و ابن حبان فی صحاحہم عن مالک بن ربیعۃ الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ان کے دوست کی عزت کرنا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

”باپ کے دوستوں کی نسبت یہ احکام تو اس کی منکوحہ اس کی ناموس کی تعظیم و تکریم کیوں نہ احق و اکد ہوگی خصوصاً جبکہ اس کی ناراضی میں باپ کی ناراضی اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔“
(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۳۸۶-۳۸۷، ملخصاً)

والدین کی ناقدری رب کے قہر کو بھڑکاتا ہے

ایک ایسے لڑکے کے بارے میں سوال ہوا جو حقوقِ پدری کا بالکل خیال نہیں رکھتا، اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:

”اولاد کو حقوقِ پدری کا خیال نہ کرنا اس کے ساتھ تہمید و مخالفت سے پیش آنا اپنے لیے عذاب شدید ناروغضب رب قہار کا واجب کرتا ہے، اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں فرض کیا کہ والدین کے ساتھ احسان کرو، انہیں ہوں نہ کہو، ان سے اعزاز و اکرام کا کلام کرو، ان کے لیے خاص محبت سے تدبیر کا بازو بچھاؤ، ان کے لیے دعا کرو کہ الہی! ان پر رحم فرما جیسا انہوں نے مجھے چھٹپین میں پالا۔“

اس کے بعد آپ نے عقوقِ والدین کے سلسلے میں آئیں و عیدوں پر مشتمل ۹ احادیثِ کریمہ نقل فرمائیں:

حدیث نمبر ۱

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلاثة لا يدخلون الجنة العاق لوالديه والديوث والرجلة من النساء رواه النسائي والبخاري بأسنادين نظيفين والحاكم في صحيحه المستدرک عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما۔

تین شخص ہیں کہ جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کو ستانے والا اور دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت۔

حدیث نمبر ۲

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلاثة لا يقبل الله عز وجل منهم صرفا ولا عدلا عاق ومنان ومكذب بقدر۔ رواه ابن أبي عاصم في كتاب السنة بأسناد حسن عن أبي امامة رضي الله تعالى عنه۔

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کے نفل قبول کرے نہ فرض: ماں باپ کو ایذا دینے والا اور صدقہ دے کر فقیر پر احسان رکھنے والا اور تقدیر کا جھٹلانے والا۔

حدیث نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ملعون من عاق والدیه ملعون من عاق والدیه ملعون من عاق والدیه۔ رواه الطبرانی والحاكم عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه۔

ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے۔
ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے۔

حدیث نمبر ۴

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

رضاء اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی سخط الوالد۔ رواہ
الترمذی والحاکم بسند صحیح عن عبد اللہ بن عمرو والیزار عن
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ ناراضی والد کی ناراضی میں۔

حدیث نمبر ۵

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

کل الذنوب یوخر اللہ تعالیٰ منها ما شاء الی یوم القیمة
الاعقوق الوالدین فان اللہ یعجلہ لصاحبه فی الحیات قبل المات۔
رواہ الحاکم والا صبه فی والطبرانی فی الکبیر عن ابی بکرۃ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ۔

سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کے لیے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کو
ستنا کہ اس کی سزا مرنے سے پہلے زندگی میں پہنچاتا ہے۔

حدیث نمبر ۶

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لا تعقن والدیک وان امراک ان یرج من اهلک ومالک۔

رواہ الامام احمد بسند صحیح علی اصولنا والطبرانی فی الکبیر۔

خبردار ماں باپ کی نافرمانی نہ کر اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ اپنے جور و بچوں
مال و متاع سب سے نکل جا۔

حدیث نمبر ۷

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اطع والدیک وان اخر جاک من مالک ومن کل شیء هولک۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط بسند صالح کلاهما عن معاذ بن جبل رضی
اللہ تعالیٰ عنہ۔

اپنے ماں باپ کا حکم مان اگرچہ وہ تجھے تیرے مال اور تیری سب چیزوں سے تجھے
باہر کر دی۔

حدیث نمبر ۸

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

انت ومالک لابیک۔ (تو اور تیرا مال، سب تیرے باپ کا)

یہ اس وقت ارشاد ہوا کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! مال
و عیال رکھتا ہوں اور میرے ماں باپ میرا سب مال لینا چاہتے ہیں یعنی پھر میں اور میرے
بال بچے کیا کھائیں گے، فرمایا:

”تو اور تیرا مال، سب تیرے باپ کا ہے، تجھے اس سے انکار نہیں پہنچتا۔“

رواہ ابن ماجہ بسند صحیح عن جابر والطبرانی فی الکبیر
عن سمرۃ بن جندب وعبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
آخری حدیث کیا دل لگتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ۹

”ایک شخص حاضر خدمت ہو کر عرض رساں ہوئے:
”ان ابیہ یرید ان یاخذ مالہ۔“ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ
میرا مال لے لینا چاہتے ہیں۔
حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:
”ادعہ لی۔“ انھیں ہمارے حضور میں حاضر لاؤ۔
جب حاضر ہوئے ان سے ارشاد ہوا:
”تمھارا بیٹا کیا کہتا ہے تم اس کا مال لینا چاہتے ہو؟
عرض کی:

”حضور اس سے پوچھ دیکھیں کہ میں وہ مال لے کر کیا کرتا ہوں، یہی
اس کی مہمانی اور اس کی قرابتی میں، یا میرا اور میرے بال بچوں کا خرچ۔“
اتنے میں جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی:
”یا رسول اللہ ﷺ! اس مرد پیر نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف
کیے ہیں، جو ابھی خود اس کے کان نے نہیں سنے یعنی ہنوز زبان تک نہ لایا۔“
حضور پر نور ﷺ نے فرمایا:

”تم نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کیے ہیں جو ابھی تمہارے کان

نے بھی نہ سنے وہ سناؤ۔“

ان صاحب نے عرض کی:

”اللہ ہمیشہ حضور کے معجزات سے ہمارے دل کی نگاہ ہمارا یقین بڑھاتا

ہے۔“

پھر یہ اشعار عرض کرنے لگے :

غذوتک مولودا ومنتک یا فعا	تعل بها اجنی علیک وتنهل
اذ الیلة ضاقتک بالسقم لم ابت	لسقمک الا ساہرا تملیل
تخاف الردی نفسی علیک وانہا	لتعلم ان الموت حتم موکل
کافی انا المطروق دونک بالذی	طرقت به دونی فعینی تھمل
فلما بلغت السن والغایة التی	الیک مدی ما کنت فیک او مل
جعلت جزائی غلظة وفضاظة	کانک انت المنعم المتفضل
فلیتک اذ لم ترع حق ابوقی	فعلت کما الجار الجار یفعل
واولیتنی حق الجوار ولم تکن	علی بمالی دون مالک تبخل

”میں نے تجھے غذا پہنچائی جب سے تو پیدا ہوا اور تیرا بار اٹھایا جب سے

تو ننھا ہوا میری کمائی سے تو بار بار مکرر سیراب کیا جاتا۔“

”جب کوئی رات بیماری کا غم لے کر تجھ پر اترتی میں تیری ناسازی کے باعث جاگ کر لوٹ کر صبح کرتا۔“

”میرا جی تیرے مرنے سے ڈرتا، حالاں کہ اسے خوب معلوم تھا کہ موت یقینی ہے اور سب پر مسلط کی گئی ہے۔“

”میری آنکھیں یوں بہتیں کہ گویا وہ مرض جو شب کو تجھے ہوا تھا نہ مجھے، مجھے ہوا تھا نہ تجھے۔“

”میں نے تجھے یوں پالا اور جب تو پروان چڑھا اور اس حد کو پہنچا جس میں مجھے امید لگی ہوئی تھی کہ اس عمر کا ہو کر تو میرے کام آئے گا۔“
 ”تو تو نے میرا بدلہ سختی و درشت خوئی کیا گویا تیرا ہی مجھ پر فضل و احسان ہے۔“

”اے کاش جب تو نے حق پداری کا لحاظ نہ کیا تھا تو ایسا ہی کرتا جیسا پاس کا ہمسایہ کرتا ہے۔“

”ہمسایہ میں کا حق تو مجھے دیا ہوتا اور مجھ پر اس مال سے کہ اصل میں تیرا نہیں میرا ہی تھا بخل نہ کرتا۔“

ان اشعار کو استماع فرما کر حضور پر نور رحمت عالم ﷺ نے گریہ کیا اور بیٹے کا گریبان پکڑ کر ارشاد فرمایا:

اذھب انت و مالک لایبک۔

”جا! تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔“

رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر والبیہقی فی دلائل النبوة
عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(فتاویٰ رضویہ، غیر مترجم، ج: ۷، ص: ۳۹۳ - ۳۹۵، ملخصاً)

بعد انتقال ۱۲ حقوق والدین

ایک استفتائیں یہ سوال ہوتا ہے کہ والدین کے انتقال فرمانے کے بعد والدین کے
کون کون سے حقوق اولاد پر رہتے ہیں، اس کے جواب میں آپ مندرجہ ذیل ۱۲ احکام شمار
فرماتے ہیں:

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل و کفن
ونماز و دفن ہے اور ان کاموں میں سنن و مستحبات کی رعایت جس سے ان کے
لیے ہر خوبی و برکت و رحمت و وسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لیے دعا و استغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ
کرنا۔

(۳) صدقہ و خیرات و اعمال صالحہ کا ثواب انہیں پہنچاتے رہنا، حسب
طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھنا، اپنے
روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب
کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا کہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور
اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہاں کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کی ادائیگی امداد لینا۔

(۵) ان پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدر قدرت اس کے ادا میں سعی بجالانا، حج نہ کیا ہو تو ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرنا، زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا و علیٰ ہذا القیاس ہر طرح ان کی برأت ذمہ میں جدوجہد کرنا۔

(۶) انھوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لیے کر گئے تو شرعاً تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازت و ارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشخبری پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی

مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لیے جانا، وہاں لیں شریف پڑھنا ایسی آواز سے کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کیے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نبھانا ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

(۱۲) سب میں سخت تر وعام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں ایذا نہ پہنچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے، ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انہیں قبر میں بھی رنج پہنچائے۔

پھر ان ۲۱ احادیث کریمہ مذکورہ حقوق پر بطور استدلال پیش فرماتے ہیں:

حدیث نمبر ۱

ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد کوئی طریقہ ان کے ساتھ نکوئی کا باقی ہے جسے میں بجالاؤں۔ فرمایا:

نعم اربعة الصلاة عليهما والاستغفار لهما وانفاذ عهديما
من بعدهما واكرام صديقيهما وصلة الرحم التي لا رحم لك الا من
قبلهما فهذا الذي بقي من برهما بعد موتهما۔ رواه ابن النجار عن
ابي اسيد الساعدي رضي الله تعالى عنه مع القصة، ورواه البيهقي في
سننه عنه رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم لا يبقی للولد من بر الوالد الا اربع الصلوة عليه والدعاء له
وانفاذ عهده من بعده وصلة رحمه واكرام صديقه۔

ہاں چار باتیں ہیں: ان پر نماز، اور ان کے لیے دعائے مغفرت، اور ان کی وصیت
نافذ کرنا، اور ان کے دوستوں کی بزرگداشت، اور جو رشتہ صرف انھیں کی جانب سے ہونیک
برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا، یہ وہ نگوئی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ کرنی باقی ہے۔
بیہقی نے اپنی سنن میں انھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہا: فرمایا رسول
اللہ ﷺ نے:

والد کے ساتھ نیکی کی چار باتیں ہیں: اس پر نماز پڑھنا اور اس کے لیے دعا مغفرت
کرنا، اس کی وصیت نافذ کرنا، اس کے رشتہ داروں سے نیک برتاؤ کرنا، اس کے دوستوں کا
احترام کرنا۔

حدیث نمبر ۲

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

استغفار الولد لابیہ من بعد الموت من البر۔ رواہ ابن النجار عن ابی اسید بن مالک بن زرارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت کرے۔

حدیث نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اذا ترک العبد الدعاء للوالدین فانه ینقطع عنه الرزق۔
 رواہ الطبرانی فی التاریخ والدیلمی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آدمی جب ماں باپ کے لیے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۴-۵

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اذا تصدق احدکم بصدقة تطوعاً فلیجعلها عن ابویہ فیکون لهما اجرها ولا ینقص من اجرہ شیئاً۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن عساکر عن عبد اللہ بن عمر ورضی اللہ تعالیٰ عنہما ونحوہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن معویۃ ابن حیدۃ القشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب تم سے کوئی شخص کچھ نفل خیرات کرے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی

طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انھیں ملے گا اور اس کے ثواب میں سے کچھ نہ گھٹے گا۔

حدیث نمبر ۶

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کرتا تھا اب وہ مر گئے ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ فرمایا:

ان من البر بعد الموت ان تصلي لهما مع صلوتك وتصوم لهما مع صيامك۔ رواہ الدارقطنی۔

بعد مرگ نیک سلوک سے یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لیے روزے رکھے۔

حدیث نمبر ۷

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من حج عن والديه او قضى عنهما مغرمًا بعثه الله يوم القيامة مع الابرار۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط والدارقطنی فی السنن عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے روز قیامت نیکوں کے ساتھ اُٹھے۔

حدیث نمبر ۸

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اسی ہزار قرض تھے وقت وفات اپنے

صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم - رضی اللہ تعالیٰ عنہما - کو بلا کر فرمایا:
 بیع فیہا اموال عمر فان وفات والا فسل بنی عدی فان وفات
 والا فسل قریشا ولا تعدہم۔

میرے دین (قرض) میں اول تو میرا مال بیچنا اگر کافی ہو جائے فیہا اور نہ میری قوم
 بنی عدی سے مانگ کر پورا کرنا اگر یوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور ان کے سوا اوروں سے
 سوال نہ کرنا۔ پھر صاحبزادہ موصوف سے فرمایا: اضمنہا تم میرے قرض کی ضمانت کر لو، وہ
 ضامن ہو گئے اور امیر المؤمنین کے دفن سے پہلے اکابر مہاجرین و انصار و گواہ کر لیا کہ وہ اسی
 ہزار مجھ پر ہیں، ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سارا قرض
 ادا فرمادیا۔

رواہ ابن سعد فی الطبقات عن عثمان بن عروۃ۔

حدیث نمبر ۹

قبیلہ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خدمت اقدس
 حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میری ماں نے حج کرنے کی منت
 مانی تھی وہ ادا نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں، فرمایا:

حجی عنہا رأیت لوکان علی امک دین اکنت قاضیتہ اقضوا
 اللہ فاللہ احق بالوفاء۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما۔

ہاں اس کی طرف سے حج کر، بھلا تو دیکھ تو تیری ماں پر اگر دین ہوتا تو تو ادا کرتی

یا نہیں؟ یونہی خدا کا دین ادا کرو کہ وہ زیادہ حق ادا رکھتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اذا حج الرجل عن والديه تقبل منه ومنهما واستبشرت
ارواحهما في السماء وكتب عند الله برا۔ رواه الدارقطني عن زيد بن
ارقم رضي الله تعالى عنه۔

انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے وہ حج اس کی اور اس کے والدین
کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحيں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں، اور یہ شخص
اللہ عزوجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

من حج عن ابيه وامه فقد قضى عنه حجته فكان له فضل
عشر حجج۔ رواه الدارقطني عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى
عنهما۔

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہو جائے اور اسے
دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔

حدیث نمبر ۱۲

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من حج عن والديه بعد وفاتهما كتب له عتقاً من النار وكان للمحجوج عنهما اجر حجة تامة من غير ان ينقص من اجورهما شيئاً۔ رواه الاصبهاني في الترغيب والبيهقي في الشعب عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما۔

جو اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو جس میں اصلاً کمی نہ ہو۔

حدیث نمبر ۱۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من بر قسمهما وقضى دينهما ولم يستسب لهما كتب باراً وان كان عاقاً في حياته و من لم يبر قسمهما ولم يقض دينهما واستسب لهما كتب عاقاً وان كان باراً في حياته۔ رواه الطبراني في الاوسط عن عبد الرحمن بن سمره رضي الله تعالى عنه۔

جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد ان کی قسم سچی کرے اور ان کا قرض ادا کرے اور کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انہیں برا نہ کہلوائے وہ والدین کے ساتھ نیکو کار لکھا جاتا ہے اگرچہ ان کی زندگی میں نافرمان تھا اور جوان کی قسم پوری نہ کرے اور ان کا قرض نہ اتارے اوروں کے والدین کو برا کہہ کر انہیں برا کہلوائے وہ عاق لکھا جائے اگرچہ ان کی حیات میں نیکو کار تھا۔

حدیث نمبر ۱۴

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من زار قبر والديه او احدهما في كل يوم جمعة مرة غفر الله له وكتب برا۔

رواہ الامام الترمذی العارف باللہ الحکیم فی نوادر الاصول عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے۔

حدیث نمبر ۱۵

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من زار قبر ابويه او احدهما يوم الجمعة فقرأ عنده يس غفر له۔ رواہ ابن عدی عن الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وفي لفظ من زار قبر والديه او احدهما في كل جمعة فقرأ عنده يس غفر الله له بعدد كل حرف منها۔ رواہ ابو الخلیل و ابو شیخ والدیلمی وابن النجار والرافعی وغیرہم عن ام المؤمنین الصدیقة عن ابيها الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جو شخص روز جمعہ اپنے والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے اور اس کے پاس لیس پڑھے بخش دیا جائے۔

جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارت قبر کر کے وہاں لیس پڑھے لیس شریف میں جتنے حرف ہیں ان سب کی گنتی کے برابر اللہ تعالیٰ اس کے لیے مغفرت فرمائے۔

حدیث نمبر ۱۶

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من زار قبر ابویہ او احدہما احتساباً کان کعدل حجة مبرورة و من کان زوارا لہما زارت الملائكة قبرہ۔ رواہ الامام الترمذی الحکیم وابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
جو بہ نیت ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارت قبر کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے، اور جو بکثرت ان کی زیارت قبر کیا کرتا ہو فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں۔

حدیث نمبر ۱۷

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من احب ان یصل اباہ فی قبرہ فلیصل اخوان ابیہ من بعدہ۔ رواہ ابو یعلیٰ وابن حبان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ باپ کے بعد اس کے عزیزوں دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے۔

حدیث نمبر ۱۸

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من البر ان تصل صديق ابيك، رواه الطبراني في الاوسط عن
انس رضى الله تعالى عنهما۔

باپ کے ساتھ نیکو کاری سے ہے یہ کہ تو اس کے دوست سے اچھا برتاؤ کرے۔

حدیث نمبر ۱۹

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان البر ان يصل الرجل اهل ودايه بعد ان يولى الاب۔ رواه
الائمة احمد والبخارى في الادب المفرد و مسلم في صحيحه
وابوداؤد والترمذى عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما۔

بے شک باپ کے ساتھ سب نیکو کاریوں سے بڑھ کر یہ نیکو کاری ہے کہ آدمی باپ
کے بعد اس کے دوستوں سے اچھی روش پر نہا ہے۔

حدیث نمبر ۲۰

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

احفظ ودايک لا تقطعه فيطفى الله نورک۔ رواه البخارى في
الادب المفرد والطبراني في الاوسط والبيهقي في الشعب عن ابن
عمر رضى الله تعالى عنهما۔

اپنے ماں باپ کی دوستی پر نگاہ رکھ اسے قطع نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نور تیرا بھادے گا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس على الله تعالى
وتعرض على الانبياء وعلى الالباء والامهات يوم الجمعة فيفرحون
بحسناتهم ويزدادون وجوههم بيضاء ونزهة فاتقوا الله ولا تؤذوا
موتاكم۔ رواه الامام الحكيم عن والد عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ
عنه۔

دوشنبہ و پنج شنبہ کو اللہ عزوجل کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیائے کرام
علیہم الصلاۃ والتسلیم اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو، وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان
کے چہروں کی صفائی و تابش بڑھ جاتی ہے، تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنے گناہوں
سے رنج نہ پہنچاؤ۔

والدین کا حق کبھی ادا نہیں کر سکتا

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

”بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو، وہ اس
کے حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی و دنیوی پائے گا سب انھی کے
طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے
تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی
نہیں ہو سکتا، نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں، اس کے

آرام کے لیے ان کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے میں، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے، خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لیے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر ہیں، ولہذا قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہ، نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ ان اشکر لی ولو الدیک حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔“

اخیر میں یہ حدیث نقل فرما کر فتوے کا اختتام فرماتے ہیں:

شاید کہ ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے

حدیث نمبر ۲۲

”حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا میں ۶ میل تک اپنی ماں کو گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں کیا میں اب اس کے حق سے بری ہو گیا؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لعله ان یکون بطلقة واحدة۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن

بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔

اللہ عزوجل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے۔
 آمین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلى الله تعالى على
 سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين آمين والحمد لله رب
 العالمين۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۳۹۲ - ۴۰۲، ملخصاً)

والدین کوستانے والا فسق الفاسقین، رب کے غضب شدید کا مستحق
 ماں باپ کوستانے والے بیٹے کے بارے میں سوال ہوتا ہے، تو اس کے جواب
 میں لکھتے ہیں:

”ایسا شخص فسق الفاسقین واخبت مہین و مستحق غضب شدید رب العالمین
 وعذاب عظیم و نارجمیم ہے۔“

اس جواب میں آپ نے ۷ / احادیث کریمہ ایسی نقل فرمائی ہیں جن میں عقوق والدین پر
 سخت وعیدوں کا ذکر ہے:

حدیث نمبر ۱

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الا انبئکم باکبر الکبائر، الا انبئکم باکبر الکبائر، الا
 انبئکم باکبر الکبائر۔

میں تمہیں نہ بتاؤں کہ سب کبیرہ گناہوں سے سخت تر گناہ کیا ہے، کیا نہ بتادوں کہ
 سب کبائر سے بدتر کیا ہے، کیا نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے شدیدتر کیا ہے۔

صحابہ نے عرض کی: ”ارشاد ہو۔“

فرمایا:

الإشراك بالله عقوق الوالدين، الحديث - رواه الشيخان
والترمذی عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کو ستانا، الحدیث۔

حدیث نمبر ۲

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلاثة لا يدخلون الجنة العاق لوالديه والديوث والرجلة من
النساء - رواه النسائي والبزار بسندين جيدين والحاكم عن ابن
عمر رضي الله تعالى عنهما -
تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کو ستانے والا اور دیوث اور مردوں کی
وضع بنانے والی عورت۔

حدیث نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلاثة لا يقبل الله عز وجل منهم صرفاً ولا عدلاً عاق ومنان
ومكذب بقدر - رواه ابن أبي عاصم في السنة بسند حسن عن ابی
امامة رضي الله تعالى عنه۔

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کے فرض قبول کرے نہ نفل: ماں باپ کو ایذا دینے والا اور صدقہ دے کر فقیر احسان رکھنے والا اور تقدیر کا جھٹلانے والا۔

حدیث نمبر ۴

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ملعون من عق والدیہ ملعون من عق والدیہ ملعون من عق والدیہ۔ رواہ الطبرانی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے۔

حدیث نمبر ۵

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لعن اللہ من سب والدیہ۔ رواہ ابن حبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ کی لعنت اس پر جو اپنے ماں باپ کو گالی دے۔

صحابی رسول کے منہ سے کلمہ ادا نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ

حدیث نمبر ۶

ایک جوان کو نزع کے وقت کلمہ تلقین کیا، نہ کہ سکا، نبی ﷺ کو خبر ہوئی

تشریف لے گئے، فرمایا:

کہ لا الہ الا اللہ۔

کہا: مجھ سے نہیں کہا جاتا۔

فرمایا: کیوں؟

کہا: وہ شخص اپنی ماں کو ستاتا تھا،

رحمت عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی ماں کو بلا کر فرمایا: یہ تیرا بیٹا ہے؟

عرض کی: ہاں۔

فرمایا:

ارأیت لو اجبت نار ضحمة فقیل لک ان شفعت له خلینہ

والا حرقناہ اکنت تشفعین له۔

بھلا سن تو اگر ایک عظیم الشان آگ بھڑکائی جائے اور کوئی تجھ سے کہے

کہ تو اس کی شفاعت کرے جب تو ہم اسے چھوڑتے ہیں ورنہ جلادیں گے، کیا

اس وقت تو اس کی شفاعت کرے گی۔

عرض کی:

”یا رسول اللہ! جب تو شفاعت کروں گی۔“

فرمایا:

”تو اللہ کو اور مجھے گواہ کر لے کہ تو اس سے راضی ہوگئی۔“

اس نے عرض کی :

”الہی ! میں تجھے اور تیرے رسول کو گواہ کرتی ہیں کہ میں اپنے بیٹے سے

راضی ہوئی“

اب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جوان سے فرمایا :

”اے لڑکے ! کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان

محمداً عبدہ، ورسولہ۔“

جوان نے کلمہ پڑھا اور انتقال کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

الحمد لله الذي انقذه بي من النار۔ رواه الطبرانی عن

عبدالله بن ابي اوفى رضى الله تعالى عنهما۔

شکر اس خدا کا جس نے میرے وسیلے سے اس کو دوزخ سے بچالیا۔

ہر روز تین مرتبہ قبر سے گدھے کی آواز آتی

حدیث نمبر ۷

عوام بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کو اجلۃ ائمۃ تبع تابعین سے ہیں، ۱۴۸ھ

میں انتقال کیا، فرماتے ہیں:

”میں ایک محلے میں گیا، اس کے کنارے پر قبرستان تھا، عصر کے وقت

ایک قبر شق ہوئی اور اس میں سے ایک آدمی نکلا جس کا سر گدھے اور باقی بدن

انسان کا، اس نے تین آوازیں گدھے کی طرح کیں پھر قبر بند ہوگئی، ایک بڑھیا بیٹھی

کات رہی تھی ایک عورت نے مجھ سے کہا ان بڑی بی کو دیکھتے ہو؟ میں نے کہا:

اس کا کیا معاملہ ہے؟ کہا: یہ قبر والے کی ماں ہے وہ شراب پیتا تھا جب شام کو آتا ماں نصیحت کرتی کہ اے بیٹے! خدا سے ڈر کب تک اس ناپاک کو پیئے گا؟ یہ جواب دیتا کہ تو تو گدھے کی طرح چلاتی ہے، یہ شخص عصر کے بعد مرا جب سے ہر روز بعد عصر اس کی قبر شق ہوتی ہے اور یوں تین آوازیں گدھے کی کر کے پھر بند ہو جاتی ہے رواہ الاصبہانی وغیرہ۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۴۰۲-۴۰۶، ملخصاً)

والدین میں سے زیادہ حق کس کا ہے

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اولاد پر زیادہ حق باپ کا ہے یا ماں کا؟

اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

”اولاد پر ماں باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم۔“

اس کے بعد قرآن کی یہ آیت:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ
كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا - (سورة الکہف: ۱۵)

اور ہم نے آدمی کو حکم کیا اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جفا اس کو تکلیف سے، اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہے۔

پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”اس آیہ کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر، ماں

کو پھر خاص الگ کر کے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل و ولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں، جن کے باعث اس کا حق بہت اشد و اعظم ہو گیا، شمار فرمایا۔“

پھر یہ آیت نقل فرمائی:

”وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوُلْدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصْلُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوُلْدِكَ إِلَيَّ الْهَاصِرُ۔ (سورة لقمان: ۱۴)

اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھپٹتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے۔“
اس کے بعد فرماتے ہیں:

”یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت رکھی کہ انہیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا، اللہ اکبر اللہ اکبر، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم، یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے“

پھر احادیث کریمہ سے استدلال پیش فرماتے ہیں:

حدیث نمبر ۱

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ای الناس اعظم

حقاً علی البراءة قال زوجها قلت فای الناس اعظم حقاً علی الرجل قال امه۔ رواه البزار بسند حسن والحاکم۔

میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا شوہر کا، میں نے عرض کی اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا اس کی ماں کا۔
حدیث نمبر ۲

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جاء رجل الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من احق الناس بحسن صحابتي قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال ابوك۔ رواه الشيخان في صحيحهما۔

ایک شخص نے خدمت اقدس حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ نیک رفاقت کروں، فرمایا تیری ماں، عرض کی پھر، فرمایا تیرا باپ۔
حدیث نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اوصی الرجل بامه اوصی الرجل بامه اوصی الرجل بامه

اوصی الرجل بابیه۔ رواہ الامام احمد وابن ماجہ والحاکم
والبیہقی فی السنن عن ابی سلامۃ۔

میں ایک آدمی کو وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کے
باپ کے حق میں۔

مگر چوں کہ مذکورہ جواب سے ایک عام آدمی یہی گمان کرے گا ماں ہر معاملے میں
باپ پر فوقیت رکھتی ہے، اس لیے آپ مزید وضاحت فرماتے ہوئے درج ذیل عبارت تحریر
فرماتے ہیں، جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کچھ معاملات ایسے بھی ہیں جس میں باپ، ماں پر
فوقیت رکھتا ہے، چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

”مگر اس زیادت کے یہ معنی ہیں کہ خدمت میں دینے میں باپ پر ماں کو
ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفصیل مادر نہیں تو باپ کو
پچیس دے ماں کو پچھتر، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو
پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ
کے، و علیٰ ہذا القیاس، نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع ہو تو ماں کا ساتھ دے
کر معاذ اللہ باپ کے درپے ایذا ہو یا اس پر کسی طرح درشتی کرے یا اسے جواب
دے یا بے ادبانہ آنکھ ملا کر بات کرے، یہ سب باتیں حرام اور اللہ عزوجل کی
معصیت ہیں، نہ ماں کی اطاعت ہے نہ باپ کی، تو اسے ماں باپ میں سے کسی

کا ایسا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنت و نار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہوگا والعیاذ باللہ، معصیت خالق میں کسی کی اطاعت نہیں، اگر مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار پہنچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے، ہونے دے اور ہرگز نہ مانے، ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملہ میں، ان کی ایسی ناراضیاں کچھ قابل لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نری زیادتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چاہتے ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جس کی مثالیں ہم لکھ آئے ہیں، اور تعظیم باپ کی زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے۔“

پھر اس حکم پر فتاویٰ ہندیہ کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہیں:

اذا تعذر علیہ جمع مراعاة حق الوالدین بان یتأذى احدهما
ببراعة الآخر يرجح حق الاب فیما يرجع الی التعظیم والاحترام
وحق الامر فیما يرجع الی الخدمة والانعام وعن علاء الائمة
الحمامی قال مشائخنا رحمهم الله تعالى الاب يقدم علی الامر فی
الاحترام والامر فی الخدمة حتی لو دخلا علیہ فی البیت یقوم للاب
ولو سأل منه ماء ولم یأخذ من یدہ احدهما فیبدأ بالامر کذا فی
القنية۔ والله سبحانه وتعالى اعلم وعلیه جل مجده احکم۔

جب آدمی کے لیے والدین میں سے ہر ایک کے حق کی رعایت مشکل ہو جائے مثلاً
ایک کی رعایت سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے تو تعظیم و احترام میں والد کے حق کی رعایت

کرے اور خدمت میں والدہ کے حق کی۔ علامہ حمای نے فرمایا: ہمارے امام فرماتے ہیں کہ احترام میں باپ مقدم ہے اور خدمت میں والدہ مقدم ہوگی حتیٰ کہ اگر گھر میں دونوں اس کے پاس آئے ہیں تو باپ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو، اور اگر دونوں نے اس سے پانی مانگا اور کسی نے اس کے ہاتھ سے پانی نہیں پکڑا تو پہلے والدہ کو پیش کرے، اسی طرح قنیه میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۳۸۷-۳۹۱، ملخصاً)

دل کو تڑپا دینے والی روایت

ایک مقام پر ایک دل چبھتی روایت امام ابن جوزی کی کتاب عیون الحکایات سے نقل فرماتے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ والدین انتقال فرمانے کے بعد بھی کس طرح اپنے بچوں کو چاہتے ہیں اور ان کی ایک جھلک پانے کو ترست ہیں:

”ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا، راہ میں باپ کا انتقال ہو گیا، وہ جنگل درختانِ مقل یعنی گول کے پیڑوں کا تھا، ان کے نیچے دفن کر کے بیٹا جہاں جانا تھا چلا گیا، جب پلٹ کر آیا، اس منزل میں رات کو پہنچا، باپ کی قبر پر نہ گیا، تو ناگاہ سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے:

رأيتك تطوى الدوم ليلاً ولا تترى
عليك بأهل الدوم ان تتكلماً
وبالدوم ثاو لو ثويت مكانه
فمر بأهل الدوم عاج فسلماً

میں نے تجھے دیکھا کہ تو رات میں اس جنگل کو طے کرتا ہے اور وہ جو ان پیڑوں میں ہے اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا۔

حالاں کہ ان درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر اس کی جگہ تو ہوتا اور وہ یہاں گزرتا تو وہ راہ سے پھر کر آتا اور تیری قبر پر سلام کرتا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۳۹۹-۴۰۰، ملخصاً)

سخت الفاظ میں تنبیہ

ایک مقام پر ایک نافرمان اولاد کو کس قدر سخت الفاظ میں غیرت دلاتے ہیں
ملاحظہ فرمائیں:

”اونا شکر، خدا ناترس! مال لایا کہاں سے، تیرا گوشت پوست استخوان، سب تیرے ماں باپ کا ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۸، ص: ۳۱۲-۳۱۳، ملخصاً)

حافظ کے والدین کو قیامت میں تاج پہنایا جائے گا

آپ سے سوال ہوا:

حافظ کتنوں کی شفاعت کرے گا سنا گیا ہے کہ اپنے اعز میں سے دس شخصوں کی؟

اس پر جواب ارشاد فرمایا:

ہاں۔ اور اُس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس سے

مشرق سے مغرب تک روشن ہو جائے۔

(المفوظ، حصہ اول، ص: ۹۲، مکتبہ المدینہ)

ماں باپ کے قاتل کی نماز جنازہ نہیں

آپ سے سوال ہوا:

اس شخص پر جو قصاص میں قتل کیا گیا، نماز پڑھی جائے؟

اس پر جواب ارشاد فرمایا:

”ہاں، جیسے خودکشی کرنے والے کی۔ اپنے ماں باپ کو قتل کرنے والے اور باغی ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا، ان کے جنازہ کی نماز نہیں۔“
(المفلوظ، حصہ اول، ص: ۱۳۲، مکتبۃ المدینہ)

والد کا اختیار کس قدر ہے

آپ سے سوال ہوا:

وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا. ترجمہ کنزالایمان:
اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (سورہ نساء: ۱۴۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کوئی کافر کسی مسلمان پر غالب نہ ہوگا حالانکہ واقع میں اس کے خلاف ہے!
اس پر جواب ارشاد فرمایا:

”اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے کوئی ولایت نہیں رکھی کافروں کے واسطے مسلمانوں پر۔ ولایت کہتے ہیں: ”حکم نافذ التَّصَرُّفِ شَاءَ أَوْ أَبَى، شاہے مانے یا نہ مانے اور شریعت بھی اس کو قبول کر لے۔“ یہ بات کبھی حاصل نہ ہوگی کسی کافر کو کسی مسلم پر۔ والد اپنی نابالغ اولاد پر ولایت رکھتا ہے۔ یہ ان کا نکاح کر دے اور وہ چلاتے رہیں: ہمیں نہیں منظور! نکاح نافذ ہو گیا (اور) بعد بالغ ہونے کے بھی کچھ اختیار نہیں۔ یا دعوادل مسلمان کسی پر گواہی دیں۔ وہ (جواب میں) کہہ رہا ہے: یہ (یعنی گواہ) جھوٹے ہیں، میں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ (یعنی گواہ) کہہ دیں کہ اس نے ایسا کیا، گواہی نافذ ہو گئی۔“

(المفلوظ، حصہ چہارم، ص: ۴۶۱، مکتبۃ المدینہ)

ستر ہزار کلمہ طیبہ سے والدہ کی بخشش ہو گئی

آپ سے سوال ہوا:

حضور ایک شخص نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا کہ وہ علیل اور برہنہ ہے۔ یہ خواب چند بار دیکھ چکا ہے۔

اس پر جواب ارشاد فرمایا:

کلمہ طیبہ ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ معہ درود شریف پڑھ کر بخش دیا جائے، ان شاء اللہ پڑھنے والے اور جس کو بخشا ہے، دونوں کے لیے ذریعہ نجات ہوگا اور پڑھنے والے کو دو ناثواب ہوگا اور اگر دو کو بخشے گا تو تین، اسی طرح کروڑوں بلکہ جمع مؤمنین و مؤمنات کو ایصالِ ثواب کر سکتا ہے۔ اسی نسبت سے اس پڑھنے والے کو ثواب ہوگا۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے، کھانا کھاتے ہوئے دفعۃً رونے لگا۔ وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہے اور فرشتے اسے لیے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس یہی کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا، آپ نے اُس کی ماں کو دل میں ایصالِ ثواب کر دیا۔ فوراً وہ لڑکا ہنسا، آپ نے سبب ہنسنے کا دریافت فرمایا، لڑکے نے جواب دیا کہ حضور میں نے ابھی دیکھا میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لیے جا رہے ہیں۔ شیخ ارشاد فرماتے ہیں: ”اس حدیث کی تصدیق مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے۔“

(الملفوظ، حصہ اول، ص: ۱۳۹، مکتبۃ المدینہ)

نیک والدہ کا نیک بیٹا

آپ سے سوال ہوا:

حضور! ”تقریب بسم اللہ“ کی کوئی عمر شرعاً مقرر ہے؟

اس پر جواب ارشاد فرمایا: شرعاً کچھ مقرر نہیں۔ ہاں مشائخ کرام کے یہاں چار برس

چار مہینے چار دن مقرر ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر جس دن چار برس چار مہینے چار دن کی ہوئی، ”تقریب بسم اللہ“ مقرر ہوئی۔ لوگ بلائے گئے، حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما ہوئے۔ بسم اللہ پڑھانا چاہی مگر الہام ہوا کہ ٹھہرو! حمید الدین ناگوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) آتا ہے وہ پڑھائے گا۔ ادھر ناگوری میں قاضی حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو الہام ہوا کہ جلد جا میرے ایک بندے کو بسم اللہ پڑھا! قاضی صاحب فوراً تشریف لائے اور آپ سے فرمایا:

”صاحب زادے پڑھیے! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ -“

آپ نے پڑھا:

”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ اور شروع سے لے کر

پندرہ پارے حفظ سنادیئے۔ حضرت قاضی صاحب اور خواجہ صاحب نے فرمایا: صاحب زاد

ے آگے پڑھیے!

فرمایا:

”میں نے اپنی ماں کے شکم میں اتنے ہی سنے تھے اور اسی قدر اُن کو یاد تھے، وہ مجھے بھی یاد ہو گئے۔“

(الملفوظ، حصہ چہارم، ص: ۴۸۱، مکتبۃ المدینہ)

عملی کردار

اعلیٰ حضرت اپنے والدین کا کس قدر ادب و احترام کرتے، کس قدر محبت فرماتے اور کس قدر انھوں نے اپنی پوری زندگی اپنے والدین کی فرماں برداری و اطاعت شعاری میں گزار دی آئندہ سطور میں جب آپ اس کا مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کی پلکوں کا بوجھ بہت زیادہ ہو جائے گا۔

ادب شعار بیٹا

حضرت مولانا حسنین رضا بن استاذ زمن علامہ حسن رضا علیہما الرحمہ اپنی کتاب ”سیرت اعلیٰ حضرت“ میں رقم طراز ہیں:

اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت حجتہ الاسلام کو گھر کے ایک دالان میں پڑھانے بیٹھے۔ وہ پچھلا سبق سن کر آگے سبق دیتے تھے۔ پچھلا سبق جو سنا تو وہ یاد نہ تھا۔ اس پر ان کو سزا دی۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ محترمہ جو دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرما تھیں، انھیں کسی طرح اس کی خبر ہوئی، وہ حضرت حجتہ الاسلام کو بہت چاہتی تھیں، غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دو ہنڑ مارا اور فرمایا:

”تم میرے حامد کو مارتے ہو۔“

اعلیٰ حضرت فوراً جھک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا:

”اماں اور ماریے جب تک کہ آپ کا غصہ فرو نہ ہو۔“

یہ کہنے کے بعد انھوں نے ایک دو ہنڑ مارا، اعلیٰ حضرت سر جھکائے

کھڑے رہے، یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں، اس وقت تو جو غصہ میں ہوتا تھا ہو گیا، مگر اس واقعہ کا ذکر جب کرتیں تو آبدیدہ ہو کر فرماتیں:

”دو ہٹڑ مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے؛ کہ ایسے مطیع و

فرماں بردار بیٹے کے۔ جس نے خود پٹنے کے لیے پیش کر دیا۔ دوسرا دو ہٹڑ کیسے

مارا۔ افسوس۔“ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص: ۹۷-۹۸، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر ہی سفر حج پر روانہ ہوئے

اعلیٰ حضرت نے اپنا پہلا حج اپنے والدین کے ساتھ ادا فرمایا تھا، اس حج میں کچھ مشقتیں آئی تھیں جس کی وجہ سے والدہ محترمہ نے دوسرا حج کرنے سے منع فرما دیا تھا، دوسرا حج نفلی تھا جو والدین کی اجازت کے بغیر ناجائز ہے، اعلیٰ حضرت نے دوسرا حج کرنے کے لیے والدہ محترمہ سے کس طرح اجازت طلب فرمائی، اسے خود اعلیٰ حضرت کی زبانی نظر نواز کریں اور ماں کا ادب کس طرح ہونا چاہیے، ذہن دماغ میں اچھی طرح بسالیں:

”دوسری بار جب کعبہ معظمہ حاضر ہوا، یکایک جانا ہو گیا، اپنا پہلے سے کوئی ارادہ نہ

تھا۔ پہلی بار کی حاضری حضرات والدین ماجدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے ہم راہ رکاب تھی۔

اُس وقت مجھے ۲۳ سال تھا۔ واپسی میں تین دن طوفان شدید رہا تھا، اس کی تفصیل میں

بہت طویل ہے۔ لوگوں نے کفن پہن لیے تھے۔ حضرت والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر اُن کی

تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا:

”آپ اطمینان رکھیں، خدا کی قسم! یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔“

یہ قسم میں نے حدیث ہی کے اطمینان پر کھائی تھی جس میں کشتی پر سوار ہوتے

وقت، غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے۔ میں نے وہ دعا پڑھ لی تھی؛ لہذا حدیث کے

وعدہ صادقہ پر مطمئن تھا۔ پھر بھی قسم کے نکل جانے سے خود مجھے اندیشہ ہوا اور معاذیث یاد آئی:

مَنْ يَتَّالَ عَلَى اللَّهِ يُكَذِّبُهُ.

حضرت عزت کی طرف رجوع کی اور سرکار رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مدد مانگی، الحمد للہ کہ وہ مخالف ہوا؛ کہ تین دن سے شدت چل رہی تھی دو گھڑی میں بالکل موقوف ہو گئی اور جہاز نے نجات پائی۔ ماں کی محبت! وہ تین شبانہ روز کی سخت تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا:

”جج فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرمادیا، اب میری زندگی بھر دوبارہ ارادہ نہ کرنا!“

اُن کا یہ فرمانا مجھے یاد تھا اور ماں باپ کی ممانعت کے ساتھ حج نفل جائز نہیں۔ یوں خود ادا کرنے سے مجبور تھا۔ یہاں سے ننھے میاں (اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خان) اور حامد رضا خاں (اعلیٰ حضرت کے بڑے شہزادے) مع متعلقین بارادہ حج روانہ ہوئے۔ لکھنؤ تک ان لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آگیا؛ لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا۔ ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی۔ ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا اور دل وہاں کی حاضری کے لیے زیادہ بے چین ہوا۔ بعدِ مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جاکر بمبئی تک سیکنڈ کلاس رزرو کروالیں کہ نمازوں کا آرام رہے۔ انھوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی، اُس نے پوچھا:

”کس ٹرین سے ارادہ ہے؟“

انھوں نے کہا:

”اسی شب کے دس بجے والی گاڑی سے۔“

وہ بولا:

”یہ گاڑی نہیں مل سکتی، اگر آپ کو اس سے جانا تھا تو چوبیس گھنٹے پیشتر اطلاع دیتے۔“

بے چارے مایوس ہو کر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر جو قریب رہتا تھا، مل گیا۔ اُس نے کہا:

”تم گھبراؤ مت! میں چلتا ہوں اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہتا ہوں۔“

اسٹیشن ماسٹر نے اس کی بات سن کر ایک سو تریسٹھ روپے پانچ آنے لے کر سیکنڈ کلاس کا کمرہ رزرو کر دیا۔

عشاقی نماز سے اوّل وقت فارغ ہو لیا۔ شکرم (چار پہیوں والی مخصوص گاڑی) بھی آگئی۔ صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لینا باقی رہ گئی، جو نہایت اہم مسئلہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ دیں گی، کس طرح عرض کروں اور بغیر اجازت والدہ حج نفل کو جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ حضرت والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں اور فرمایا:

”کیا ہے؟“

میں نے عرض کیا:

”حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجیے۔“

پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا:

”خدا حافظ!“

یہ (یعنی والدہ کا یوں آسانی اجازت دے دینا) انھیں دعاؤں کا اثر تھا۔ میں اٹے پیروں باہر آیا اور فوراً سوار ہو کر اسٹیشن پہنچا۔ چلتے وقت جس لگن میں میں نے وضو کیا تھا، والدہ ماجدہ نے اس کا پانی میری واپسی تک نہ پھینکنے دیا؛ کہ اُس کے وضو کا پانی ہے۔“

(الملفوظ، حصہ دوم، ص: ۱۸۱-۱۸۳، مکتبۃ المدینہ)

والد صاحب کے حکم کے آگے سر تسلیم خم

اگلے واقعے سے جہاں اعلیٰ حضرت ایک فرماں بردار بیٹے نظر آتے ہیں، وہیں ایک مخلص و ایثار پسند بھائی کی حیثیت سے آپ کی سیرت نمایاں دکھائی دیتی ہے، آپ کے بھتیجے حضرت مولانا حسنین رضا بن استاذ من علامہ حسن رضا علیہما الرحمہ اپنی کتاب ”سیرت اعلیٰ حضرت“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ایثار کی ایک مثال تقسیم جائداد کا مسئلہ بھی ہے، جس کی تفصیل بہت جگہ گھیرے گی، مختصراً اسے بھی ذکر کرتا چلوں:

اعلیٰ حضرت قبلہ کے والد ماجد نے اپنے دوران علالت علاقے کی تقسیم کا دفعۃً ارادہ کر لیا۔ اور دو موضوعوں کی حقیقت اپنی دونوں بیٹیوں کو دے کر باقی مسلم

مواضعات اعلیٰ حضرت قبلہ کو لکھے اور پچاس پچاس روپے ماہ وار ان کے دونوں بھائیوں کو ان واضعات کی آمدنی سے دینا لکھے۔ وہ دونوں بھائی مولوی حسن رضا خاں اور مولوی محمد رضا خاں، اعلیٰ حضرت قبلہ سے چھوٹے تھے۔ عم مکرم مولوی محمد رضا خاں تو بہت کم عمر تھے۔ ان دونوں میں اتنی بڑی جائداد کی تقسیم کے معاملے کو سمجھنے کا شعور بھی نہ ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس وقت ان دونوں کی وکالت فرمائی، مذکورہ بالا مسودہ جب ان کے والد ماجد نے ان کی والدہ مرحومہ کو دیا کہ وہ امن میاں (اعلیٰ حضرت) کو دکھالیں تو میں اسے رجسٹری کرا دوں۔ والدہ صاحبہ نے وہ مسودہ اعلیٰ حضرت کو دیا، آپ نے دیکھا، دیکھ کر ابدیدہ ہو گئے اور چہرہ متمنا نے لگا اور فرمایا:

”اس مسودہ کی دونوں باتیں مجھے نامنظور ہیں، نہ مجھے اپنے بھائیوں کے حصوں کی کمی منظور ہے اور نہ میں ان کو اپنا دست نگر بنانا پسند کرتا ہوں۔ میری خوشی یہ ہے کہ برابر کے تین حصے کر دیئے جائیں اور ہر ایک کا حصہ اس کے نام لکھ دیا جائے، جس کا ہے۔“

اور اس مسودہ کو غالباً چاک کر دیا۔ اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ نے ان کا یہ جواب ان کے پدر بزرگ وار کو پہنچا دیا۔ تو اعلیٰ حضرت کے والد ماجد نے ان کی والدہ محترمہ سے فرمایا:

”یہ میں جانتا ہوں کہ اس دنیا میں امٹن میاں دین ہی کی خدمت کریں گے اور ان کے یہ دونوں بھائی اور کچھ دنیا کا کر ان پچاس پچاس روپے میں اضافہ کر لیا کریں گے، جو ان کے گزارنے کے لیے کافی ہوگا۔“

جب اعلیٰ حضرت قبلہ کسی طرح راضی نہ ہوئے تو ان کے والد ماجد نے دوسرا مسودہ لکھا۔ اس میں کل کی آدھی جائداد اعلیٰ حضرت قبلہ اور بقیہ آدھی جائداد میں ان دونوں بیٹوں کو برابر کا شریک کر دیا اور یہ مسودہ بھی اعلیٰ حضرت قبلہ کی والدہ ماجدہ کو دیا کہ امٹن میاں کو دکھاؤ اور ان سے کہہ دو کہ اب اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی۔ میں تم کو بحق پداری حکم دیتا ہوں کہ تم اسے مان لو تو جلدی ہی رجسٹری ہو جائے۔ چنانچہ وہ مسودہ رجسٹری ہو گیا اور چند ہی روز بعد حضرت مولانا نقتی خاں والد ماجد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے وفات پائی۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی وفات کے بعد اعلیٰ حضرت نے اپنی والدہ ماجدہ کو اس بات پر راضی کیا کہ آپ گھر کا نظم اس طرح کریں کہ زیادہ روپیہ پس انداز ہو اور بچت کے روپے سے دوسری جائداد خرید کر میرے دونوں بھائیوں کی جائداد، میری جائداد کے برابر کریں۔ اس جائداد کے ملحقہ حصے مولانا نقتی خاں صاحب کے چچا زاد بھائیوں کے پاس تھے۔ وہ چار بھائی تھے۔ خرچ زیادہ اور آمدنی کم تھی، انھوں نے مقدمہ بازی شروع کر دی جس میں وہ ہارتے رہے، انھیں مقدمہ بازی کے دور میں اپنی جائداد

کے حصص فروخت کرنا پڑے اور وہ حصص اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خریدنا شروع کر دیے۔ جب سے مقدمہ بازی بند ہوئی تو خریداری بھی بند ہوگئی اور یہ بھی ہوا کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے بھائیوں کی اولادیں بڑھیں، رہائشی مکان ناکافی ہو گیا تو مکانات آپس میں تقسیم کر کے تینوں بھائی علاحدہ علاحدہ اپنے مکانوں میں نقل ہو گئے۔ اب خرچ بہت بڑھ گیا۔ اس وجہ سے بھی جائیداد کی خریداری روکنا پڑی، ادھر ان کے بھائیوں نے بھی دیکھا کہ اس جزر سی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت ہی کے اخراجات میں تنگی ہو جاتی ہے، انھوں نے بھی اس اسکیم کو بند کرا دیا۔ اس ترکیب سے کافی جائیداد خرید کے ان کے دونوں بھائیوں کے نام کی گئی، مگر پھر بھی ان دونوں بھائیوں کی آمدنی انفرادی طور پر اعلیٰ حضرت قبلہ کی آمدنی سے کچھ کم ہی رہی، ہمیں تو اعلیٰ حضرت کی ذات پر بڑا فخر ہے کہ انھوں نے میرے باپ اور چچا کو زمین دار بنایا ورنہ یہ دونوں پچاس پچاس روپے ماہ وار پاتے اور عمر بھر دنیا کی کش مکش میں پڑے رہتے۔ مگر اعلیٰ حضرت کے اخراجات دیکھتے ہوئے میرے نزدیک علاقے کی پہلی ہی تقسیم زیادہ مناسب تھی۔ ایثار کی ایسی کوئی مثال اس دور میں میری نظر سے نہ گزری۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اگر تارک الدنیا (اگرچہ وہ اسے پسند نہ فرماتے تھے) ہو کر ساری جائیداد بھائیوں کو دے دیتے تو کوئی کمال نہ تھا۔ مگر دنیا میں رہ کر دنیا پر اتنی زبردست ٹھوکر جمانا انھی کا دل گردہ تھا۔ یہ ایثار اس عمر میں کیا جس عمر میں ہر آدمی امیدوں، آرزوؤں، ارمانوں، امنگوں کی رو میں بہتا ہے، اس عمر میں اسے بڑا لالچ ہوتا ہے۔ اور تحصیل زر کے سلسلے میں حلال و حرام

کا امتیاز بھی نہیں کیا جاتا۔

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص: ۱۰۴ - ۱۰۶، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

ان کا سب کچھ ان کی والدہ کا تھا

والدہ محترمہ کا احترام کس قدر تھا، ذیل کے اس واقعہ سے اس کا بہ خوبی اندازہ لگایا

جاسکتا ہے:

”بقول حضرت سیدنا شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب قدس سرہ:

”والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا، اپنے حصہ جائیداد کے خود مالک تھے۔ مگر سب اختیار والدہ ماجدہ کے سپرد تھا۔ وہ پوری مالکہ و متصرف تھیں۔ جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدہ ماجدہ صاحب کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے۔ جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے۔“

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۱۴۶ - ۱۴۷، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات)

بھائیوں سے اتفاق رکھا

والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بعد ان کے بچے مل جل کر زندگی گزاریں، اگر کوئی ان کے درمیان رکھنا ڈالنے کی کوشش کرے تو اس کی بات پر کان نہ دھریں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ والدین کے وصال فرمانے کے بعد کچھ لوگ اخلاص کا لبادہ اوڑھ کر بھائیوں میں پھونٹ ڈلوادیتے ہیں، ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں بھی اس طرح کے کچھ مخلص پہنچے، اعلیٰ حضرت نے انھیں جو جواب دیا سننے کے قابل ہے، واقعہ کچھ اس طرح ہے:

”اعلیٰ حضرت کثیر العیال تھے اور خرچ بہت تھا، اور ان کے چھوٹے بھائی جو تھے ان کی صرف ایک ہی بیٹی تھی، اور بیٹی کی جو اولاد ہوئیں وہ ان کی سرپرستی (فرماتے)، تو ان کے پیسے جمع ہوتے تھے، اعلیٰ حضرت کے یہاں جمع نہیں ہوتا تھا، (اعلیٰ حضرت) فرماتے تھے، میرے اوپر کبھی زکاۃ فرض نہیں ہوئی۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ چھوٹے بھائی نے اپنی بیوی کے لیے سونے کے کڑے بنوا دیے تھے، تو کسی نے اعلیٰ حضرت سے کہا:

”دیکھیے! آپ کے بھائی نے اپنی اہلیہ کے لیے کڑے بنوا دیے۔“

یعنی یہ تاثر دینے کے لیے کہ آپ کی کمائی سے بنوائے (ہیں)۔

فرمایا:

”میرے بھائی کو اگر اللہ تعالیٰ نے اتنا عطا کیا کہ (سونے کے کڑے بنوادے تو مجھے خوشی ہوئی، اور اگر میرے پیسے سے بنوادے تو بھی مجھے خوشی ہوئی کہ میرے بھائی نے میرے پیسے کو اپنے پیسے سمجھے۔“

وہ صاحب دم بخود، آپ نے فرمایا:

”میرے دونوں بھائی میری دونوں آنکھیں ہیں۔“

(ماہنامہ پیغام شریعت، دہلی، ص: ۵، شمارہ: اگست، سنہ: ۲۰۱۷ء)

مقالہ: تذکرہ خانوادہ رضویہ بزبان حضرت شوکت میاں علیہ الرحمہ

والدِ ماجد کے مجلس کا ادب

بچپن سے ہی والد صاحب کے ادب کا حال یہ تھا کہ دورانِ مجلس کوئی بات اگر آپ کی سمجھ میں آجاتی تو اس وقت نہ کہتے، بلکہ ان کے جاہ و مرتبے کا لحاظ کرتے ہوئے خاموش رہتے، جب مجلس ختم ہو جاتی تو اپنا عریضہ پیش کرتے، انھی کی زبانی ذیل کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

”رب العزت (عزوجل) کی شان ہے کہ بد مذہب کیسا ہی جامہ عیاری پہن (یعنی بھیس بدل) کر میرے سامنے آئے، خود بخود دل نفرت کرنے لگتا ہے۔ حضرت والدِ ماجد

قدس سرہ، کے زمانہ حیات میں دہلی کا ایک واعظ حاضر ہوا، اس وقت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تشریف رکھتے تھے۔ اسماعیل دہلوی اور وہابیہ پر بڑے شدّ و مد سے دیر تک لعن طعن کی اور اس نے اپنے سنی ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔ میرے بچپن کا زمانہ تھا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے اپنا خیال حضرت کی خدمت میں ظاہر کیا:

”مجھے تو یہ پکا وہابی معلوم ہوتا ہے۔“

مولانا بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

”ابھی تو وہ تمہارے سامنے وہابیوں اور اسماعیل پر تبرکہ گیا ہے!“

میں نے عرض کی:

”میرا قلب گواہی دیتا ہے کہ یہ سب تقیہ (اپنے مذہب کو چھپاتے ہوئے جھوٹ بولنا) تھا، اسے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی اجازت ہمارے حضرت سے لینی ہے کہ بے حضرت کی اجازت کے یہاں وعظ نہیں کہہ سکتا، اس لیے اس نے تمہید ڈالی۔“

دوسرے دن شام کو پھر حاضر ہوا۔ میں نے اسے مسائل وہابیت میں چھیڑا، ثابت ہوا کہ پکا وہابی ہے۔ (لہذا) دفع کر دیا گیا۔ اپنا سامنہ لے کر چلا گیا۔“

(الملفوظ، حصہ اول، ص: ۱۶۸-۱۶۹، مکتبۃ المدینہ)

خواب میں بارہا والدین کریمین کی زیارت

اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک و فرماں براری کا ثمرہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

کی ذات کو یہ بھی ملا کہ بارہا والدین کریمین خواب میں تشریف لاکر مدد فرماتے، بیمار بڑتے تو عیادت کو تشریف لاتے، اس طرح کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں:

کھانا کھلوانا

اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ کوئی فکر کی بات ہوتی تو آپ کھانا کھانا ترک کر دیتے، ایک مرتبہ اسی طرح کھانا تناول نہ فرمایا تھا تو والدین کریمین خواب میں تشریف لاکر ناراضگی ظاہر فرمائی، فرماں براد بیٹے کو کب گوارا تھا کہ انتقال کے بعد بھی اس کے والدین اس سے ناراض رہیں؛ اس لیے آپ نے کھانا شروع کر دیا، اب اس واقعے کو اعلیٰ حضرت کی زبانی سنیں:

”ایک مرتبہ کھانا نہ کھایا تھا۔ کئی روز سے والدین کریمین کو خواب میں دیکھا۔ والدہ ماجدہ نے کچھ نہ فرمایا، والد ماجد نے فرمایا:

”تمہارے نہ کھانے سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے۔“

مجبوراً پھر صبح سے کھانا شروع کر دیا۔“

(الملفوظ، حصہ سوم، ص: ۴۱۴، مکتبۃ المدینہ)

غصے والی محبت

ایک مرتبہ آپ بیمار پڑے تو والد ماجد اور آپ کے پیر بھائی مولانا برکات احمد صاحب خواب میں عیادت کو تشریف لائے اور کسی بات والد ماجد نے غصے سے بھرے انداز میں کس والہانہ انداز میں شفقت فرمائی، اسے اعلیٰ حضرت کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

”خواب میں دیکھا کہ مولوی برکات احمد صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بھی حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز کے ہمراہ میری عیادت کو تشریف لائے ہیں۔ دونوں حضرات نے مزاج پرسی فرمائی۔ میں شدتِ مرض سے تنگ آچکا تھا، زبان سے نکلا:

”حضرت دعا فرمائیں کہ اب خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔“

یہ سنتے ہی حضرت والد ماجد قدس سرہ الشریف کا رنگ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا: ”ابھی تو باون برس مدینہ شریف میں۔“

واللہ اعلم، اس ارشاد کے کیا معنی تھے، مگر اس کے بعد جو دوبارہ حاضریِ مدینہ طیبہ ہوئی ہے، اُس وقت مجھے ب ۵۲ واں سال ہی تھا یعنی اکاون برس پانچ مہینے کی عمر تھی، یہ چودہ برس کی پیش گوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غلامِ غلام کے کفش بردار ہیں، علومِ غیب دیتا ہے اور وہابیہ کو جنابِ سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے انکار ہے۔

(المملفوظ، حصہ دوم، ص: ۲۰۵، مکتبۃ المدینہ)

پہلے سے ہی خبردار کر دیا

ایک مرتبہ رمضان المبارک سے پہلے ہی والد ماجد خواب میں تشریف لائے، پیشین گوئی فرمائی کہ آنے والے رمضان میں تمہاری طبیعت شدت آئے گی، مگر خیال رہے کہ روزہ نہ چھوٹنے پائے، ڈاکٹروں نے لاکھ کوشش کی کہ آپ روزہ نہ رکھیں کہ مرض میں اضافہ ہوگا، لیکن فرماں بردار بیٹے نے ان کی ایک نہ سنی، اور والد صاحب کے حکم کی تعمیل فرمائی، ملاحظہ ہو:

”ابھی چند سال ہوئے ماہِ رجب میں حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ الشریف خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا:

”اب کی رمضان میں مرض شدید ہوگا روزہ نہ چھوڑنا۔“

ویسا ہی ہوا اور ہر چند طبیب وغیرہ نے کہا (مگر) میں نے بحمد اللہ تعالیٰ روزہ نہ چھوڑا

اور اسی کی برکت نے بفضلہ تعالیٰ شفا دی کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

صُومُوا تَصِحُّوا: روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔“

(الملفوظ، حصہ دوم، ص: ۲۰۶، مکتبۃ المدینہ)

تسلی فرمائی

ایک مرتبہ خواب میں تشریف لا کر آپ کو تسلی دیتے ہوئے اس انداز میں مخاطب ہوئے جس سے بیٹے کے تئیں ان کی محبت خوب واضح ہوتی ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

”گاؤں میں ایک زمین میری زمین کے متصل ایک صاحب کی تھی۔ وہ ایک سود خوار کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ اُن سے کہا گیا، مخالفت کی وجہ سے انھوں نے نہ مانا۔ والد ماجد خواب میں تشریف لائے اور فرمایا:

مجھے نہیں دیتے، سود خوار کو دیتے ہیں اور ملے گی مجھی کو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔“

(الملفوظ، حصہ سوم، ص: ۴۱۳، مکتبۃ المدینہ)

بشارت سنائی

ایک مرتبہ خواب میں تشریف لا کر یہ بشارت سنائی گئی:

”ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک سواری ہے، بہت نفیس اور اُونچی بھی تھی۔ والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا: ”گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا، آگے اللہ (عزوجل) مالک ہے۔“ میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔“

(المملفوظ، حصہ سوم، ص: ۴۱۴، مکتبۃ المدینہ)

اجازت نہ ملنے تک رکے رہے

والد صاحب نے اپنی زندگی میں ایک صاحب سے معاملات کرنے سے روک دیا تھا، پھر ایک وقت ایسا کہ انھی صاحب سے کام کروانے میں مصلحت نظر آئی، مگر چوں کہ والد صاحب نے منع فرما دیا تھا؛ اس لیے انھیں کام دینے سے رکے رہے، کچھ دنوں بعد والد صاحب کی زیارت ہوئی اور ان کے ساتھ معاملہ کرنے کی اجازت مل گئی، تب جا کر انھیں کام پر مامور فرمایا، ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

”ایک صاحب میرے چچا ہوتے تھے۔ گاؤں کا کام وہی کرتے تھے۔ ایک بار حضرت والد ماجد اُن سے ناراض ہو گئے، فرما دیا تھا کہ اب سے یہ گاؤں کا کام نہ کریں۔ بعد میں مجھے فرصت نہیں ہوئی اور گاؤں کے کام پر معتمد آدمی درکار تھا اور ان سے بڑھ کر کون معتمد ہو سکتا تھا، مگر حضرت والد ماجد کی ممانعت تھی، سخت فکر تھی۔ ایک روز شب کو تشریف لائے اور ان کا ہاتھ لے کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت کی اجازت ہے کہ انھی کو گاؤں کا کام دے دو۔ چنانچہ صبح ہی کو میں نے انھیں گاؤں کو بھیج دیا۔“

(المملفوظ، حصہ سوم، ص: ۴۱۴، مکتبۃ المدینہ)

والدین کو ایصالِ ثواب کرتے رہے

فرماں بردار بیٹے کی یہ عادت ہونی چاہیے کہ والدین کے انتقال کے بعد انھیں ایصالِ ثواب کرتا رہے، اعلیٰ حضرت بھی اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد سے ہر عید الاضحیٰ کو ان کی طرف سے قربانی کیا کرتے، انھی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

”میں ہمیشہ سے روزِ عید ایک اعلیٰ درجے کا پیش قیمت مینڈھا اپنے سرکارِ عالم مدارِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے کیا کرتا ہوں اور روزِ وصالِ حضرت والدِ ماجد قدس سرہ، سے، ایک مینڈھا ان کی طرف سے اور اب اس سُنَّتِ کریمہ کے اتباع سے یہ نیت کر لی ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تابقائے زندگی اپنے ان اہلِ سُنَّتِ بھائیوں کی طرف سے کیا کروں گا، جنھوں نے قربانی نہ کی خواہ گزر گئے ہوں یا موجود ہوں یا آئندہ آئیں۔“

(الملفوظ، حصہ دوم، ص: ۳۲۱-۳۲۲، مکتبۃ المدینہ)

یقیناً اعلیٰ حضرت کا یہ بیان اس وقت کا ہوگا جب ابھی آپ کی والدہ ماجدہ باحیات رہی ہوں گی، ورنہ اعلیٰ حضرت جیسی ذات سے بعید ہے کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے ان کے وصال فرما جانے کے بعد قربانی نہ کریں۔

والدین کی قبر ایک باشت سے اونچی نہ فرمائی

اعلیٰ حضرت عالم باعمل انسان تھے، آپ ساری زندگی شریعتِ مطہرہ و سنتِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر عمل پیرا رہے اور اس سلسلے میں کسی کی رعایت نہ فرمائی، نہ کسی سے بے جا محبت کی پھر وہ آپ کے والدین ہی کیوں نہ ہوں، چنانچہ آپ سے سوال ہوا:

قبر کا اونچا بنانا کیسا ہے؟

اس پر جواب ارشاد فرمایا: خلافِ سنت ہے۔ میرے والد ماجد، میری والدہ ماجدہ، میرے بھائی کی قبریں دیکھیے ایک بالشت سے اُونچی نہ ہوں گی۔
(المفوظ، حصہ چہارم، ص: ۴۲۸، مکتبہ المدینہ)

اعلیٰ حضرت اکثر دعا فرماتے

اعلیٰ حضرت جب کبھی عتوق والدین پر آئیں وعیدوں کا تذکرہ فرماتے، اس کی ہولناکیوں کو محسوس کرتے تو فوراً دعا مانگ لیا کرتے۔ اس باب کا اختتام بھی اعلیٰ حضرت کے دعا پر کیا جاتا ہے:

”اللہ عزوجل عتوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے۔“

امین امین برحمتک یا ارحم الراحمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ
سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین امین والحمد للہ رب
العلمین۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۴۰۲، ملخصاً)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب نمبر ۴



امام احمد رضا اور حقوق اولاد

قلمی کردار

حقوق اولاد کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت نے احادیث مرفوعی کی روشنی میں ۸۰/ حقوق شمار کرائے ہیں، جن میں سے اکثر حقوق مستحبات کے قبیل سے ہیں کہ اگر والد ادا نہ کرے تو اس سے مواخذہ جائز نہیں۔ اور بعض حقوق وہ ہیں کہ ان کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں والد سے قیامت میں مطالبہ ہوگا۔ ان ۸۰/ حقوق میں سے ۶۰/ حقوق میں بیٹا بیٹی دونوں شریک ہیں، ۵/ حقوق صرف بیٹوں کے ساتھ خاص ہیں اور باقیہ ۱۵/ حقوق بیٹیوں کے ساتھ خاص ہیں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے وہ حقوق شمار کرائیں ہیں جن کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں اولاد اپنے والد سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کر سکتی ہے یا اس سلسلے میں حاکم کے یہاں مقدمہ دائر کر سکتی ہے۔ آئیے ان حقوق کا مطالعہ کریں:

اولاد کے وہ ۶۰/ حقوق جس میں بیٹا اور بیٹی دونوں شریک ہیں

(۱) سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل کم قوم سے نہ کرے کہ بڑی رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

(۲) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچہ پرانا داماموں کی عادات کا بھی

اثر پڑتا ہے۔

(۳) زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بد نما نہ کر دے،

(۴) جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔

(۵) اس وقت شرمگاہ زن پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۶) زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا تو تلے ہونے کا خطرہ ہے۔

(۷) مرد وزن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا

ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۸) جب بچہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل

شیطان وام الصبیان سے بچے۔

(۹) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی

فال حسن ہے۔

(۱۰) ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے، دختر کے لیے

ایک پسر کے لیے دو کہ اس میں بچے کا گویا رہن سے چھڑانا ہے۔

(۱۱) ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

(۱۲) سر کے بال اُتروائے۔

(۱۳) بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

(۱۴) سر پر زعفران لگائے۔

(۱۵) نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ

عز وجل کے یہاں شاکي ہوگا۔

(۱۶) برانام نہ رکھے کہ بد فال بد ہے۔

(۱۷) عبد اللہ، عبد الرحمن، احمد، حامد وغیرہ باعبادت و حمد کے نام یا انبیا و اولیا یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے خصوصاً نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچہ کے دنیا و آخرت میں کام آتی ہے۔

(۱۸) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم و تکریم کرے۔

(۱۹) مجلس میں اس کے لیے جگہ چھوڑے۔

(۲۰) مارنے بُرا کہنے میں احتیاط رکھے۔

(۲۱) جو مانگے بروجہ مناسب دے۔

(۲۲) پیار میں چھوٹے لقب بقدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

(۲۳) ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دو سال تک دودھ

پلوائے۔

(۲۴) رذیل یا بد افعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا

ہے۔

(۲۵) بچے کا نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جن میں

حفاظت بھی داخل۔

(۲۶) اپنے حوائج و ادائے واجبات شریعت سے جو کچھ بچے اس میں عزیزوں

قربوں محتاجوں غریبوں سب سے پہلے حق عیال و اطفال کا ہے جو ان سے بچے وہ اوروں کو پہنچے۔

(۲۷) بچہ کو پاک کمائی سے روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں ڈالتا ہے۔

(۲۸) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کے تابع

رکھے جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انہیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے، زیادہ نہ ہو تو انہی کو کھلائے۔

(۲۹) خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر و لطف کا برتاؤ رکھے۔ انہیں پیار کرے بدن

سے لپٹائے کندھے پر چڑھائے۔

(۳۰) ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت

و محافظت ہر وقت حتیٰ کہ نماز و خطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

(۳۱) نیا میوہ پھل پہلے انہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں نئے کو نیا مناسب

ہے۔

(۳۲) کبھی کبھی حسب ضرورت انہیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز

کہ شرعاً جائز ہے دیتا رہے۔

(۳۳) بہلانے کے لیے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی جائز ہے

جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

(۳۴) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر و یکساں دے، ایک

کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

(۳۵) سفر سے آئے تو ان کے لیے کچھ تحفہ ضرور لائے۔

(۳۶) بیمار ہوں تو علاج کرے۔

(۳۷) حتی الامکان سخت و موزنی علاج سے بچائے۔

(۳۸) زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لا الہ الا اللہ بھر پور کلمہ طیبہ سکھائے۔

(۳۹) جب تمیز آئے ادب سکھائے کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے،

پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی عظیم، ماں باپ، استاذ اور دختر کو شوہر کے بھی اطاعت کے طرق و آداب بتائے۔

(۴۰) قرآن مجید پڑھائے۔

(۴۱) استاذ نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کردے، اور دختر

کو نیک پار ساعورت سے پڑھوائے۔

(۴۲) بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(۴۳) عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی و قبول حق پر مخلوق

ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(۴۴) حضور اقدس رحمت عالم ﷺ کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ

اصل ایمان و عین ایمان ہے۔

(۴۵) حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و اولیاء و علماء کی محبت

و عظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت و زیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(۴۶) سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کر دے۔

(۴۷) علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز و روزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زہد،

اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدور و لسان و غیرہا خوبیوں کے فضائل حرص و طمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ و غیرہ برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(۴۸) پڑھانے سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے۔

(۴۹) موقع پر چشم نمائی تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لیے سبب اصلاح نہ ہو گا بلکہ اور زیادہ فساد کا اندیشہ ہے۔

(۵۰) مارے تو منہ پر نہ مارے۔

(۵۱) اکثر اوقات تہدید و تخویف پر قانع رہے کوڑا پتھی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(۵۲) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی کہ طبیعت نشاط پر بانی رہے۔

(۵۳) مگر زہار زہار بڑی صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد سے بد تر ہے۔

(۵۴) نہ ہرگز ہرگز بہادر دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت و غیرہا کتب عشقیہ و غزلیات فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورہ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکر زنان کا ذکر فرمایا ہے، پھر بچوں کو خرافات شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہو سکتا ہے۔

(۵۵) جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

(۵۶) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلائے جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے

پاس رکھے۔

(۵۷) جب جوان ہوشادی کر دے، شادی میں وہی رعایت قوم و دین و سیرت و صورت ملحوظ رکھے۔

(۵۸) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اسے امر و حکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برحق و نرمی بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑ جائے۔

(۵۹) اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائیداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

(۶۰) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے ثلث سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

وہ ۱۵ حقوق جو صرف بیٹے کے ساتھ خاص ہیں

(۶۱) اسے لکھنا،

(۶۲) پیرنا (تیرنا اور)،

(۶۳) سپہ گری سکھائے۔

(۶۴) ”سورہ ماندہ“ کی تعلیم دے۔

(۶۵) اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔

وہ ۱۵ حقوق جو صرف بیٹی کے ساتھ خاص ہیں

(۶۶) اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے، بلکہ نعمتِ الہیہ جانے۔

(۶۷) اسے سینا پرونا کا تنا (سلائی، کڑھائی) کھانا پکانا سکھائے۔

(۶۸) ”سورہ نور“ کی تعلیم دے۔

(۶۹) لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمالِ فتنہ ہے۔

(۷۰) بیٹیوں سے زیادہ دل جوئی و خاطر داری رکھے، کہ ان کا دل بہت چھوٹا ہوتا

ہے۔

(۷۱) دینے میں انھیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے۔

(۷۲) جو چیز دے پہلے انھیں دے کر بیٹوں کو دے۔

(۷۳) نو برس کی عمر سے (بیٹیوں کو) نہ اپنے پاس سلوائے، نہ بھائی وغیرہ کے

ساتھ سونے دے۔

(۷۴) اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے،

(۷۵) شادی برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے

بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے،
بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مُطلق بندش کرے۔

(۷۶) گھر کو ان پر زنداں کر دے بالا خانوں (چھتوں) پر نہ رہنے دے۔

(۷۷) گھر میں لباس و زیور سے آراستہ کرے، کہ (نکاح کے) پیام، رغبت کے

ساتھ آئیں۔

(۷۸) جب کفو ملے، نکاح میں دیر نہ کرے۔

(۷۹) حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے۔

(۸۰) زہار! زہار! کسی فاسق فاجر خصوصاً بد مذہب کے نکاح میں نہ دے۔

وہ حقوق جن میں جبرِ حاکم و چارہ جوئی و اعتراض کو دخل ہے

(۱) نفقہ: کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے تو حاکم جبراً مقرر کرے گا، نہ مانے تو قید کیا جائے گا، حالاں کہ فُزوع (اولاد) کے اور کسی دین میں اُصول (یعنی والدین) مجبوس نہیں ہوتے۔

(۲) رضاعت: کہ ماں کے دودھ نہ ہو تو دائی رکھنا، بے تنخواہ نہ ملے تو تنخواہ دینا واجب، نہ دے تو جبراً لی جائے گی جبکہ بچے کا اپنا مال نہ ہو، یوہیں ماں بعدِ طلاق و مُرورِ عدت (طلاق اور عدت گزرنے کے بعد) بے تنخواہ دودھ نہ پلائے تو اسے بھی تنخواہ دی جائے گی۔

(۳) حضانت (پرورش) کہ لڑکا سات برس، لڑکی نو برس کی عمر تک جن عورتوں مثلاً ماں، نانی، دادی خالہ پھپی کے پاس رکھے جائیں گے اگر ان میں کوئی بے تنخواہ نہ مانے اور بچہ فقیر اور باپ غنی ہے تو جبراً تنخواہ دلائی جائے گی۔

(۴) بعد انتہائے حضانت بچہ کو اپنی حفظ و صیانت میں لینا (یعنی لڑکے کو سات اور لڑکی کو نو برس بعد اپنی حفاظت اور نگہبانی میں رکھنا) باپ پر واجب ہے، اگر نہ لے گا حاکم جبر کرے گا۔

(۵) اُن کے لیے ترکہ باقی رکھنا، کہ بعدِ تعلق حق و رشتہ یعنی بحالتِ مرض الموت مورث اس پر مجبور ہوتا ہے یہاں تک کہ ثلث سے زائد میں اس کی وصیت بے اجازت و رشتہ نافذ نہیں۔

(۶) اپنے بالغ بچے، پسر خواہ دختر کو غیر کفو سے بیاہ (شادی کر) دینا، یا مہرِ مثل میں غبنِ فاحش کے ساتھ (نکاح کرنا)۔ مثلاً دختر کا مہرِ مثل ہزار ہے پانسو پر نکاح کر دیا، یا بہو کا مہر

مثل پانسو ہے ہزار باندھ لینا، یا پسر کا نکاح کسی باندی سے یا دختر کا کسی ایسے شخص سے جو مذہب یا نسب یا پیشہ یا افعال یا مال میں وہ نقص رکھتا ہو جس کے باعث اُس سے نکاح موجبِ عار ہو، ایک بار تو ایسا نکاح باپ کا کیا ہوا نافذ ہوتا ہے، جبکہ نشے میں نہ ہو، مگر دوبارہ اپنے کسی نابالغ بچے کا ایسا نکاح کرے گا تو اصلاً صحیح نہ ہوگا۔

(۷) ختنہ میں بھی ایک صورت جبر کی ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ چھوڑ دیں، سلطانِ اسلام انہیں مجبور کرے گا، نہ مائیں گے تو ان پر جہاد فرمائے گا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۴۵۱-۴۵۷، ملخصاً)

عملی کردار

مذکورہ ۸۰ حقوق پڑھتے جائیے اور اعلیٰ حضرت کی سیرت کا مطالعہ کرتے جائیے، کوئی بھی حق ایسا نہیں ملے گا جس کی ادائیگی اعلیٰ حضرت نہ کی ہو، اب چلیے اختصار کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی زندگی کے ان گوشوں کا مشاہدہ کریں جن سے حقوق اولاد کی ادائیگی ظاہر ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دو فرزند تھے، محمد حامد رضا خاں اور محمد مصطفیٰ رضا خاں، دونوں کی پرورش اعلیٰ حضرت ہی نے فرمائی، دونوں کو اسلامی ماحول میں ڈھالا، نماز روزے کا پابند بنایا، اچھی تعلیم دی ودلوائی، آپ ہی کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ ایک جتہ الاسلام اور دوسرے مفتی اعظم ہند بن کر چمکے۔

مفتی اعظم ہند کا اعتراف حقیقت

حضور مفتی اعظم ہند انھی مبارک ایام کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”الصحة مؤثرة“ صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی اور پھر اچھوں کی

صحبت اور وہ بھی کون؟ (یعنی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جنھیں سید العلماء کہیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، جنھیں تاج العرفاء کہیں بجاء، جنھیں مجدد وقت اور امام الاولیاء سے تعبیر

کریں تو صحیح، جنھیں حرمین طہیین کے علمائے کرام نے مدائحِ جلیلہ سے سراہا، ”انہ السید الفرد الامام“ کہا، ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، انھیں اپنا شیخِ طریقت بنایا، ان سے

سندیں لیں، اجازتیں لیں، انھیں اپنا استاذ مانا۔ پھر ایسے اچھے کی صحبت کیسی بابرکت صحبت ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس صحبت کی برکت نے انسان کر دیا۔ اس زمانے میں کہ آزادی کی تندو تیز ہوا چل رہی تھی کیا عجب تھا کہ میں غریب بھی اس باد صرصر کے تیز جھونکوں سے جہاں صد ہا بئیس البصیر پہنچے وہیں جا رہتا، مگر اپنے مولا کے قربان جس کی نظر عنایت نے پکا مسلمان بنا دیا۔ واللہ علی ذلک۔ اب نہ وہ خودی ہے جو بے خود بنائے تھی۔ نہ وہ مدہوشی جو بے ہوش کیے تھی۔

(الملفوظ، حصہ اول، ص: ۵۴، مکتبۃ المدینہ)

بچوں کا اچھا نام رکھا

اولاد کا اچھا نام رکھنا بھی ایک حق ہے، اعلیٰ حضرت نے اپنے اور اپنے بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے میں نے سب کا نام محمد رکھا۔

(الملفوظ، حصہ اول، ص: ۷۳، مکتبۃ المدینہ)

بچوں کا عقیقہ فرمایا

مفتی اعظم ہند کی ولادت ہوئی تو ساتویں دن ”محمد“ نام پر عقیقہ کیا اور عرفی نام ”مصطفیٰ رضا“ تجویز فرمایا۔

(فتاویٰ مفتی اعظم ہند، ج: ۱، ص: ۲۴۱، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی)

بزرگوں سے فیض یاب فرمایا

جب بچے کی ولادت ہوتی ہے تو والدین اسے کسی بزرگ ہستی کی گود میں دیتے ہیں تاکہ بچہ بزرگوں کی دعاؤں سے مالا ہو اور اس کا مستقبل تابناک ہو جائے، حضور مفتی اعظم ہند کی ولادت کے کچھ دن بعد جب حضرت ابوالحسن نوری علیہ الرحمہ بریلی تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے حضور مفتی اعظم ہند کو آپ کی آغوشِ نوری میں ڈال دیا گیا۔ حضرت نوری علیہ الرحمہ نے فرمایا:

”یہ بچہ بڑا ہو کر دین و ملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بڑا فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے، یہ فیض کا دریا ہے، اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔“

پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی انگشتِ مبارک حضور مفتی اعظم ہند کے منہ میں رکھ کر قادری و برکاتی برکات سے ایسا مال مال کر دیا۔
(الملفوظ، حصہ اول، ص: ۷۳، مکتبۃ المدینہ)

بچوں کو بڑی جاں فشانی سے تعلیم دی

اعلیٰ حضرت بڑے صاحب زادے حضور حجۃ الاسلام نے جو کچھ پڑھا اعلیٰ حضرت سے ہی پڑھا، آپ کے علاوہ حضور حجۃ الاسلام کا کوئی دوسرا استاد نہیں، طریقہ تعلیم یہ تھا کہ اپنا قیمتی وقت نکال کر سبقاً سبقاً درس دیتے، اور قدرِ اہتمام سے کہ حامد میاں کو آنے میں دیر ہوتی، یا غیر حاضری ہوتی تو ناراض ہوتے، کبھی کچھ سزا بھی دیتے، ایک مرتبہ سجادِی تو آپ کی والدہ

نے ناراضگی کا اظہار فرمایا، اس پر آپ نے عرض کیا:

”آٹھویں پست ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے خاندان میں علم جاری رہے، اور

حامد کو میں یوں سبقتاً سبقتاً پڑھاتا ہوں کہ اس کے علم میں کمی نہ ہو۔“

(ماہنامہ پیغام شریعت، دہلی، ص: ۸-۹، شمارہ: اگست، سنہ: ۲۰۱۷ء،

مقالہ: تذکرہ خانوادہ رضویہ بزبان حضرت شوکت میاں علیہ الرحمہ)

بچوں کے بچوں کا رشتہ طے فرمایا

گھر کے بڑے زیادہ تجربہ کار ہوتے ہیں، بچوں کا رشتہ طے کرنے میں ان کی باتوں کو ماننا عقل مندی کے ساتھ ساتھ خیر و برکت کا باعث بھی ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت نے مولانا حامد رضا صاحب کے فرزند کا نکاح چھوٹی عمر میں ہی حضور مفتی اعظم ہند کی دختر سے طے فرما دیا تھا، جسے آپ کے دونوں فرماں بردار بچوں نے بے چوں چرا مان لیا تھا، یہ رشتہ نجیب الطرفین کہلایا کہ والد کی طرف سے حضور حجۃ الاسلام سے ہوتا ہوا اور والدہ کی طرف سے حضور مفتی اعظم ہند کی طرف سے ہوتا ہوا اعلیٰ حضرت تک پہنچتا تھا۔ اس رشتے میں اللہ تعالیٰ نے وہ خیر و برکت عطا فرمائی جسے دنیا آج تک دیکھ رہی ہے، واقعے کا پس منظر ملاحظہ فرمائیں:

”اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اپنی صاحب زادی کا نکاح پڑھار ہے تو دونوں پوتا پوتی پھوپھی کی شادی میں اچھا لباس پہنے ہوئے تھے، پوتے کی عمر ۸ سال اور پوتی کی عمر ۵ سال، تو اعلیٰ حضرت نے دونوں کو بلایا، ایک کو ایک زانو پر بٹھایا دوسرے کو دوسرے زانو پر اور فرمایا:

”حامد میاں کو بلاؤ، مصطفیٰ میاں کو بلاؤ۔“

دونوں حضرات آئے تو ان سے فرمایا:

”تمہارے اس بچے کا عقد اس بچی سے کرتا ہوں، تمہاری اس بچی کا عقد اس بچے سے کرتا ہوں۔“

دونوں نے اجازت دے دی، اعلیٰ حضرت نے نکاح پڑھادیا۔

نکاح کے بعد گھر میں کچھ باتیں ہوئیں تو فرمایا:

”اگر اس زمین سے آسمان تک کوئی اڑے تو اس بچی کے لیے جیلانی سے بہتر کوئی نہیں۔“

(ماہنامہ پیغام شریعت، دہلی، ص: ۱۴، شمارہ: ستمبر، سنہ: ۲۰۱۷ء)

مقالہ: تذکرہ خانوادہ رضویہ بزبان حضرت شوکت میاں علیہ الرحمہ

بچوں کی حوصلہ افزائی فرماتے

والد بچوں کی حوصلہ افزائی بھی فرماتا ہے تاکہ اس کے بچوں کے اندر خود اعتمادی پیدا ہو، اعلیٰ حضرت بھی اپنے بچوں کی حوصلہ افزائی فرماتے، چنانچہ جب حضور مفتی اعظم ہند نے اپنا پہلا فتویٰ لکھ کر تصحیح کے لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پیش کیا، تو آپ بہت مسرور ہوئے اور آپ سے فرمایا:

”اس پر دستخط کرو۔“

پھر ان الفاظ میں:

”صح الجواب بعون الملک الوہاب۔“

اس فتوے کی تصدیق فرمائی، ساتھ ہی پانچ روپے بطور انعام عطا فرمایا۔

اس کے بعد فرمایا:

تمہاری مہربنودیتا ہوں، اب فتویٰ لکھا کرو، ایک رجسٹر بنالو اس میں نقل بھی کر لیا کرو۔
(فتاویٰ مفتی اعظم ہند، ج: ۱، ص: ۲۴۳، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی)

نادانی پر تنبیہ

بچے کبھی کچھ نادانی کر بیٹھتے ہیں، کچھ نامناسب مطالبات کر لیتے ہیں، اگر اس وقت انہیں تنبیہ نہ کی جائے تو ان کے بگڑنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بھی بچوں کی نادانیوں پر کبھی کبھی سخت لہجے میں تنبیہ فرمایا کرتے، ذیل کے اقتباس سے اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا، اعلیٰ حضرت اپنے دوسرے سفرِ حج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جدہ شریف میں جب جہاز پہنچا حجاج کی بے حد کثرت اور جانے کا صرف ایک راستہ جو دو طرفہ ٹیٹوں (ٹکٹ۔ ٹیوں، یعنی بانس یا سرکنڈوں وغیرہ سے بنائی گئی دیواروں) سے بہت دور تک محدود (یعنی گھرا ہوا)۔ بھلا ایسی حالت میں کس طرح گزر ہو! زنانی سواریاں ساتھ۔ پانچ گھنٹے اسی انتظار میں گذر گئے کہ ذرا ہجوم کم ہو تو سواریوں کو لے چلیں، لیکن اس وقت سلسلہ منقطع نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ دوپہر قریب ہو گیا۔ دھوپ اور بھوک اور پیاس سب باتیں جمع تھیں کہ ننھے میاں اور سب لوگ نہایت پریشان! جب بہت دیر ہو گئی تو ننھے میاں اور حامد رضا خاں نے مجھ سے آکر کہا:

”یہاں آخر کب تک بھوکے پیاسے دھوپ میں کھڑے رہیں گے؟“

میں نے کہا:

”تمہیں جلدی ہے تو جاؤ، میں تاؤ تھے کہ بھیڑ کم نہ ہو، زنانی سوار یوں کو نہیں لے

جاؤں گا۔“

اب کس کی مجال تھی جو کچھ کہتا، مجبوراً خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب جن کو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، میرے پاس تشریف لائے اور بعد سلام علیک پہلا لفظ یہ فرمایا:

”یا شیخ مالی اراک حزینا۔ کیا سبب ہے کہ میں آپ کو پریشان دیکھ رہا

ہوں؟“

میں نے عرض کیا:

”پریشانی ظاہر ہے، ہمارے ساتھ میں مستورات ہیں اور مردوں کا یہ کثیر ہجوم، ہمیں پانچ گھنٹے یہیں کھڑے ہو گئے۔“

فرمایا: ”اپنے مردوں کا حلقہ بنا کر عورتوں کو درمیان میں لے لو اور میرے پیچھے

پیچھے چلے آؤ۔“

غرض حلقہ میں عورتوں کو لے کر ان عربی صاحب کے پیچھے ہو لیے۔ ہم نے دیکھا کہ راستہ بھر ہمارے شانے سے بھی کسی غیر شخص کا شانہ نہیں لگا۔ جب راستہ طے ہوا فوراً وہ عربی صاحب نظروں سے غائب ہو گئے۔

(الملفوظ، حصہ دوم، ص: ۱۸۷، مکتبۃ المدینہ)

بچوں کو اپنے ساتھ رکھتے

والدین کہیں اچھی جگہ مثلاً بزرگوں کے مزارات یا کسی دینی درسگاہ یا لائبریری وغیرہ

جاتے ہیں تو کبھی کبھار اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں تاکہ والدین کے معمولات دیکھ کر بچے بھی ان کے معمولات سیکھ سکیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا بھی اس پر معمول رہا ہے، آپ کو کسی علمی یا مشربی جگہ جانا ہوتا تو اپنے بچوں کو ساتھ رکھتے، ایک واقعہ پر اکتفا فرمائیں:

”بعد فراغِ مناسک، کتب خانہ حرم محترم کی حاضری کا شغل رہا۔ پہلے روز جو حاضر ہوا، حامد رضا خاں ساتھ تھے۔ محافظِ کتب حرم ایک وجیہ و جلیل عالم نبیل مولانا سید اسماعیل (علیہ رحمۃ اللہ الجلیل) تھے۔ یہ پہلا دن اُن کی زیارت کا تھا۔ یہ حضرت مثل دیگر اکابر مکہ مکرمہ اس فقیر سے غائبانہ خلوص تام رکھتے تھے، جس کا سبب میرا فتویٰ مسلمی بہ ”فتاویٰ الحکامین بر جف ندوۃ البین“ تھا، کہ سات برس پہلے ۱۳۱۶ھ میں ردندوہ کے لیے اٹھائیس سوال و جواب پر مشتمل (ہے)، جسے میں نے بیس گھنٹے سے کم میں لکھا تھا اور بذریعہ بعض حجاج خادمانِ دین ان حضرات کے حضور پیش ہوا اور انھوں نے اپنی گراں بہا تقریظات سے اسے مزین فرمایا اور فقیر کو بے شمار اعلیٰ اعلیٰ درجے کے کلمات دعا و ثنا کا شرف دیا اور وہ مع ترجمہ ایک مبسوط کتاب ہو کر بمبئی ۱۳۱۷ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا تھا۔ اُس وقت سے مولانا عزوجل نے اس ذرہ بے مقدار کی کمال محبت و وقعت اُن جلیل قلوب میں ڈال دی تھی، مگر ملاقاتِ ظاہری نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لیے نکلوائیں۔ حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبلِ زوال، رمی کیسی؟ مولانا نے فرمایا: ”یہاں کے علما نے جواز پر فتویٰ دیا ہے۔“ حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مجھ سے استفسار ہوا،

میں نے کہا: ”خلافِ مذہب ہے۔“

مولانا سید صاحب نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اُس میں جواز کو ”علیہ الفتویٰ“ لکھا ہے۔

میں نے کہا: ممکن کہ روایتِ جواز ہو، مگر ”علیہ الفتویٰ“ ہرگز نہ ہوگا۔

وہ کتاب لے آئے، مسئلہ نکلا اور اُسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گزارش کی تھی یعنی اُس میں ”علیہ الفتویٰ“ کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے حامد رضا خاں سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا:

”یہ کون ہے؟“

اور حامد رضا خاں کو بھی نہ جانتے تھے، مگر اس وقت گفتگو انہیں سے ہو رہی تھی، لہذا اُن سے پوچھا۔ انہوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بیتا بانہ دوڑتے ہوئے آکر فقیر سے لپٹ گئے۔ پھر تو بحمد اللہ تعالیٰ و داد (یعنی الفت و دوستی) نے کامل ترقی کی۔“

(الملفوظ، حصہ دوم، ص: ۱۸۸-۱۸۹، مکتبۃ المدینہ)

کچھ کام بچوں کے سپرد فرماتے

والدین بچوں میں ذمہ داری پیدا کرنے یا انہیں طور طریقہ سکھانے کے لیے کچھ کام بچوں کے سپرد فرما دیتے ہیں، مثلاً بازار سے سودا لانا، کسی کو لینے یا رخصت کرنے کے لیے بھیجنا اسی طرح اور بھی دیگر کام جو والدین کرتے اس میں سے کچھ کام کا بچوں کے سپرد فرما دیتے ہیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے چوں بہت ہی اہم دین خدمات انجام دیے ہیں اور

آپ کی خواہش بھی تھی کہ ان کے بعد ان کے بچے بھی اسی طرح کی خدمات انجام دیتے رہیں؛ اس لیے آپ ان سے انھی اہم دین کاموں میں جزوی طور پر معاونت حاصل فرماتے، ذیل کی ایک مثال مشاہدہ فرمائیں:

مولانا (حضرت مولانا شیخ صالح کمال، سابق قاضی مکہ و مفتی حنفیہ) سے مقام قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا۔ اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں اور حج کا ہنگامہ اور جائے قیام نامعلوم، آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانہ میں آیا کرتا ہوگا۔ ۲۵/ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے، بعد نماز عصر میں کتب خانے کے زینے پر چڑھ رہا ہوں، پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی، دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہیں، بعد سلام و مصافحہ دفتر کتب خانہ میں جا کر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سید اسماعیل اور ان کے نوجوان سعید، رشید بھائی سید مصطفیٰ اور ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل اور بعض حضرات بھی کہ اس وقت یاد نہیں، تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے (یہ وہی سوال ہیں جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرمادیا) مجھ سے فرمایا:

”یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا (سیدنا وہاں شریف مکہ کو کہتے ہیں، اس وقت شریف علی پاشا تھے) کے ذریعہ سے پیش کیے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے۔“

میں نے مولانا سید مصطفیٰ سے گزارش کی:

”قلم دوات دیجیے۔“

حضرت مولانا شیخ کمال و مولانا سید اسماعیل و مولانا سید خلیل سب اکابر (رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہم) نے کہ تشریف فرما تھے۔ ارشاد فرمایا:

”ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے، بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے

ہوں۔“

میں نے عرض کی:

اس کے لیے قدرے مہلت چاہیے، دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہو سکتا ہے؟“

حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا:

”کل سہ شنبہ، پرسوں چہار شنبہ ہے، ان دو روز میں ہو کر پنج شنبہ کو مجھے مل جائے؛

کہ میں شریف کے سامنے پیش کر دوں۔“

میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی ﷺ کی اعانت پر بھروسہ کر

کے وعدہ کر لیا اور شانِ الہی کہ دوسرے ہی دن سے بخار نے پھر عود کیا، اسی حالتِ تپ میں

رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خاں تبیض کرتے (یعنی مسودے کو صاف اور خوشخط کر کے

لکھتے)۔۔۔

(اس کے بعد رسالہ ”الدولۃ المکیہ“ کس طرح مکمل ہوئی اس کی تفصیل ہے۔)

(الملفوظ، حصہ دوم، ص: ۱۹۰، مکتبۃ المدینہ)

بچوں میں پیدا شدہ غلط فہمی کا ازالہ فرماتے

اگر بچوں میں نا اتفاقی پیدا ہو جائے یا وہ غلط فہمی کا شکار ہو جائیں تو باپ کی ذمہ

داری ہوتی ہے کہ وہ بچوں میں صلح کرادے اور ان کی غلط فہمی کا ازالہ فرمادے، ایک مرتبہ اعلیٰ

حضرت کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد رضا صاحب اور اعلیٰ حضرت کے فرزند حضرت مولانا حامد رضا صاحب کے درمیان کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی تو اعلیٰ حضرت نے اس کا ازالہ اس طرح فرمایا:

”نہنے میاں (حضرت مولانا محمد رضا صاحب) سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خان کے ہیں، میں نے تحقیق کیا، سب غلط ہیں اور وہ احکام بے اصل، یہ شرعی مسئلہ سے کہتا ہوں، نہ رو رعایت سے، ان کی غلط فہمی ہے، ان کی اطاعت و محبت واجب ہے، اور اُن پر ان سے محبت و شفقت لازم، جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض ہوگی“

(وصایا شریف، ص: ۹)

بچوں کو وصیت فرمائی

انتقال سے پہلے والد اپنے بچوں کو کچھ خاص وصیت کر کے جاتا ہے، قرآن پاک میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت کا ذکر ہے:

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَالِلّٰهَ ءَابَاؤُكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ۔ (سورة البقرة: ۱۳۳)

بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی، جب کہ اس

نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: میرے بعد کس کی پوجا کرو گے؟ بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آبا ابراہیم و اسماعیل و اسحاق کا، ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

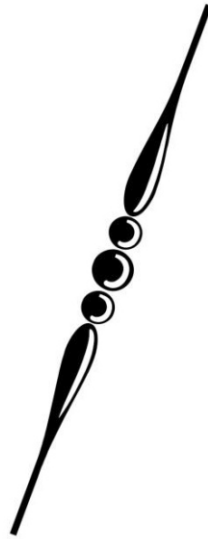
اعلیٰ حضرت اپنے بچوں اور بھتیجیوں کو یہ وصیت فرماتے ہیں:

”رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو، اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو، اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا، ہر قرض سے اہم فرض ہے، اللہ تعالیٰ توفیق دے۔“

(وصایا شریف، ص: ۹)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب نمبر ۵



امام احمد رضا اور حقوق زوجین

قلمی کردار

حقوق زوجین کے متعلق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

زن و شوہر میں ہر ایک کے دوسرے پر حقوق کثیرہ واجب ہیں ان میں جو بجانہ لائے گا اپنے گناہ میں گرفتار ہوگا، اگر ایک ادائے حق نہ کرے تو دوسرا اسے دستاویز بنا کر اس کے حق کو ساقط نہیں کر سکتا مگر وہ حقوق کہ دوسرے کے کسی حق پر مبنی ہوں اگر یہ اس کا ایسا حق ترک کرے وہ دوسرا اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کر سکتا ہے جیسے عورت کا نان و نفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی جب تک واپس نہ آئے گی کچھ نہ پائے گی، غرض واجب ہونے مطالبہ ہونے، بے وجہ شرعی ادا نہ کرنے سے گنہگار ہونے میں تو حقوق زن و شوہر برابر ہیں ہاں شوہر کے حقوق عورت پر بکثرت ہیں اور اس پر وجوب بھی اشد و اکد، ہم اس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ، اور مرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے یعنی زوجہ کا حق اس سے بلکہ باپ سے بھی کم، ذلک بما فضل اللہ بعضہم علی بعض واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۳۹۱)

مذکورہ اقتباس میں جو حدیث مذکور ہوئی وہ یہ ہے:
ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اى الناس اعظم حقاً على المرأة قال زوجها قلت فای الناس اعظم حقاً على الرجل قال امه۔ رواه البزار بسند حسن والحاكم۔

میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا شوہر کا، میں نے عرض کی اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا: اس کی ماں کا۔
(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۳۸۸)

اب فرداً فرداً دونوں کے حقوق ملاحظہ فرمائیں:

مرد پر بیوی کے حقوق

- (۱) مرد پر عورت کا حق نان و نفقہ دینا۔
 - (۲) رہنے کو مکان دینا۔
 - (۳) مہر وقت پر ادا کرنا۔
 - (۴) اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا۔
- قال تعالى :

وعاشروهن بالمعروف۔ (القرآن الکریم ۴/ ۱۹)

عورتوں سے اچھی طرح رہنا سہنا کرو۔

(۵) اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ياايها الذين آمنوا قوا انفسكم واهليكم نار۔

(القرآن الکریم ۶۶/۶)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

(۶) اگر عورت ادائے حق نہ کرے تو مرد اسے دستاویز بنا کر اس کے حق کو ساقط

نہیں کر سکتا۔

(۷) مگر وہ حقوق کہ مرد کے کسی حق پر مبنی ہوں اگر عورت اس کا ایسا حق ترک

کرے، وہ مرد اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کر سکتا ہے، جیسے عورت کا نان و نفقہ

کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناسحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی جب تک واپس نہ آئے گی کچھ نہ پائے گی۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۳۹۱، ملخصاً)

عورت پر شوہر کے حقوق

(۱) عورت پر مرد کا حق خاص امور متعلقہ زوجیت میں اللہ و رسول کے بعد تمام

حقوق حتیٰ کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔

(۲) ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے ناموس کی نگہداشت

عورت پر فرض اہم ہے۔

(۳) بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی۔

(۴) اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام

تک کے لیے۔

(۵) بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں

نہیں جاسکتی۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

”اگر میں کسی کو غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ

کرے“

اور ایک حدیث میں ہے:

”اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور

عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا“۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۳۷۷ - ۳۷۸)

(۶) اللہ عزوجل نے شوہر کو حاکم بنایا ہے، اسے محکوم بنانا عورت پر حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۱۹۶)

(۷) اگر مرد ادائے حق نہ کرے تو عورت اسے دستاویز بنا کر اس کے حق کو ساقط

نہیں کر سکتی۔

(۸) مگر وہ حقوق کہ عورت کے کسی حق پر مبنی ہوں اگر مرد اس کا ایسا حق ترک

کرے وہ عورت اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کر سکتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۴، ص: ۳۹۱، ملخصاً)

(مثلاً مہر معجل ہو تو اور شوہر ادا نہ کرے تو عورت شوہر کو وطی یا مقدمات وطی سے

روک سکتی ہے۔ بہار شریعت، حصہ: ۷، ص: ۷۵، مکتبۃ المدینہ)

عملی کردار

۱۲۹۱ھ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نکاح جناب شیخ فضل حسین صاحب، رامپور کی صاحب زادی ”ارشاد بیگم“ سے ہوا۔ آپ اعلیٰ حضرت کی پھوپھی زادی تھیں، صوم و صلاۃ کی سختی سے پابند تھیں۔ نہایت خوش اخلاق، بڑی سیر چشم، انتہائی مہمان نواز، نہایت متین و سنجیدہ بی بی تھیں۔ خاندان کے بچے آپ کو ”اماں جان“ کہا کرتے۔

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص: ۴۹، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

بڑی مہمان نواز تھیں

گھر کا سارا نظم و ضبط آپ ہی سنبھالتی، اعلیٰ حضرت کے یہاں مہمانوں کی آمد کچھ زیادہ ہی ہوتی، مگر کبھی مہمان نوازی میں میں کوئی کمی آنے نہ دیا، آپ کی انھی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے، آپ کے بھتیجے مولانا حسنین رضا نوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کے یہاں مہمانوں کی بڑی آمد و رفت تھی، ایسا بھی ہوا ہے کہ عین کھانے کے وقت ریل سے مہمان اتر آئے اور جو کچھ کھانا پکنا تھا وہ سب پک چکا تھا، اب پکانے والیوں نے ناک بھوس سیٹی، آپ نے فوراً مہمانوں کے لیے کھانا اتار کر باہر بھیج دیا اور سارے گھر کے لیے دال چاول یا کھجڑی پکنے کو رکھوا دی گئی کہ اس کا پکنا کوئی دشوار کام نہ تھا۔ جب تک مہمانوں نے باہر کھانا کھایا گھر والوں کے لیے بھی کھانا تیار ہو گیا۔ کسی کو کانوں کان خبر بھی

نہ ہوئی کہ کیا ہوا۔

سارے گھر کا نظم اور مہمان نوازی کا عظیم بار بڑی خاموشی اور صبر و استقلال سے برداشت کر گئیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے وصال کے بعد بھی کئی سال زندہ رہیں، مگر اب بجز یادِ الہی کے انھیں اور کوئی کام نہ رہا تھا۔“

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص: ۴۹ - ۵۰، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

اعلیٰ حضرت پر بار نہ ڈالتی

حضرت ”اماں جان رحمۃ اللہ علیہا“ کو اس بات کا بخوبی احساس تھا اعلیٰ حضرت کی خدمات کا دائرہ کتنا وسیع ہے، اس لیے آپ نے اعلیٰ حضرت پر کبھی کوئی بار نہ ڈالا، نہ ہی کوئی ایسا مطالبہ کیا جس سے آپ پریشان ہوتے، جتنا ہوسکا آپ نے اعلیٰ حضرت کا ساتھ نبھایا، بچوں کی پرورش کے سلسلے میں آپ کی کوششیں کوئی کم نہ تھیں، اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ بچیوں کی شادی کا انتظام آپ کے چھوٹے بھائی استاذِ زمن حضرت علامہ حسن رضا کے ساتھ مل کر کر لیا، اس طور پر کہ گھر کے اندر کا کام آپ نے سنبھال لیا اور باہر کا استاذِ زمن نے، اگلے اقتباس سے جہاں ایک بیوی کی وفاداری کا پتہ چلتا ہے، وہیں بھائیوں کی جاں نثاری کا پہلو بھی واضح ہوتا ہے، آپ کے بھتیجے مولانا حسنین رضا فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت قبلہ کی دو بیٹیوں کی شادی ہونے والی تھی، دونوں کے نکاح حسب دستورِ خاندان پہلے ہی ہو چکے تھے، رخصتی کا جب تقاضا ہوا تو مولانا حسن رضا خاں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

”بھائی جان حاجی احمد اللہ خاں صاحب (سمدھی) کا رخصتی کے لیے تقاضا آیا ہے، وہ آپ سے بیاہ کی تاریخ مانگتے ہیں، میری رائے یہ ہے کہ ہم دونوں بیٹیوں کی شادی ایک ساتھ کیوں نہ کر دیں۔“

اعلیٰ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا:

”ایک بیٹی کی شادی کوئی آسان کام نہیں، نہ کہ ایک ساتھ دو کی۔ بیٹی کی شادی میں لوگ بڑے ساز و سامان کرتے ہیں، تم نے کچھ ضروری سامان بھی کر لیا ہے یا مجھ سے تاریخ مقرر کرانے آگئے؟“

مولانا حسن رضا خاں نے عرض کیا:

”سامان کی تیاری کے متعلق آپ بھابی جان سے دریافت فرمائیے۔“

اعلیٰ حضرت نے ان سے فرمایا:

”بیٹیوں کی شادی کے لیے کیا کیا سامان تیار ہو گیا اور کیا کمی رہ گئی ہے؟“

بی بی صاحبہ نے عرض کیا:

”ہمارے پاس تو مسالے بھی پسے تیار رکھے ہیں، دونوں کے جہیز مکمل ہو گئے ہیں، برات میں کھانے والوں کا کل سامان مہیا ہو چکا ہے، صرف تاریخ کی دیر ہے۔“

اعلیٰ حضرت قبلہ نے جب بی بی صاحبہ سے یہ الفاظ سنے تو فوراً مسرت سے آبدیدہ ہو کر فرمایا:

”حسن میاں! تم نے مجھے دنیا سے بالکل بے نیاز کر دیا ہے، میری بیٹیوں

کی شادیاں ہیں، میں ان کا باپ ہوتے ہوئے بالکل بے خبر اور آزاد بیٹھا ہوں، تم نے مجھے یہ سوچنے کی بھی زحمت نہ دی کہ جہیز میں کیا کیا دیا جائے گا اور وہ کہاں کہاں سے فراہم ہو گا یا یہ کہ برات میں کیا کیا کھانے دیے جائیں گے۔“

آبدیدہ ہو کر فرمایا:

”حسن میاں جو کچھ میں دین کی خدمت کر رہا ہوں اس کے اجر میں باذن اللہ حصہ دار تم بھی ہو۔ اس واسطے کہ تمہیں نے مجھے دینی خدمات کے لیے دنیا سے آزاد کر دیا ہے۔“

اس پر مولانا حسن رضا خاں رو پڑے۔ قدرے سکون کے بعد تاریخ بھی مقرر فرمادی۔

مولانا حسن رضا خان مرحوم کا یہ عمل بھی مدتوں جاری رہا کہ ہفتہ عشرہ میں اپنے یہاں سے دو قلم بنا کے لے جاتے اور اعلیٰ حضرت کے قلم دان میں رکھ آتے اور ان کے گھسے ہوئے قلم خود لے آتے۔ انہیں اتنی فرصت کہاں تھی کہ لکھنا چھوڑ کر قلم بنائیں۔ اگر لکھتے لکھتے قلم ایک طرف کی گھس جاتی تو دوسری نوک سے لکھنے لگتے۔ مضمون کی آمد میں خلل نہ آنے دیتے۔

مولانا حسن رضا خاں جب تحصیل وصول کے لیے گاؤں جاتے تو پہلے اپنی بڑی بھانج کے وہاں آتے جہاں گھی، تیل، ایندھن اور غلوں کے وزن وغیرہ معلوم کرتے، وہیں چار پائیاں تخت چوکی وغیرہ کے متعلق دریافت کرتے کہ گھر میں اگر ان چیزوں کی کمی ہو تو یہ سامان بھی گاؤں سے بن کر غلہ ایندھن وغیرہ کی

گاڑیوں میں آجائے۔

ایک بزاز مقرر کر رکھا تھا جو ہر فصل فصلی ضرورت کے کپڑوں کے تھان لاتا، وہ کپڑا اپنی بھانج صاحبہ سے پسند کراتے اور سارے گھر کا کپڑا خرید کر دیتے۔ صرف روزانہ کی ترکاری گوشت ایسا تھا جو اعلیٰ حضرت قبلہ کا دیوڑھی بان لایا کرتا تھا۔

غرض یہ کہ انھوں نے جس دن سے علاقے کا کام کیا اعلیٰ حضرت قبلہ کی اسی انہماک کے ساتھ دیگر خدمات بھی انجام دیں۔

جب ۱۳۲۶ھ میں ان کی وفات ہو گئی تو ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خاں صاحب آئے، انھوں نے بھی بہت کچھ خدمت کی۔ سارے علاقے کی تحصیل کر کے حسبِ دستور قدیم، اعلیٰ حضرت قبلہ کا روپیہ اپنی بڑی بھانج کی خدمت میں پیش کر دیتے اور غلہ و ایندھن وغیرہ کا معقول انتظام کرتے۔

علاقے کے کام کی وجہ سے انھیں مولانا حسن رضا خاں صاحب جیسی خدمات کا موقع ملا، انھوں نے اپنے انتظام سے اعلیٰ حضرت کے ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کی شادیاں کیں اور مولانا حسن رضا خاں صاحب نے اعلیٰ حضرت قبلہ کے ایک بیٹے اور تین بیٹیوں کی شادیاں اپنے اہتمام سے کی تھیں، اعلیٰ حضرت قبلہ کی اولاد کی سات شادیاں ہوئیں، نکاح اعلیٰ حضرت نے پڑھائے۔ ان کے دونوں

بھائیوں نے انھیں دنیا کی تلاش میں نہ پڑنے دیا، حالاں کہ ان کی دنیا کافی بڑی تھی۔ یہ تھا وہ نظام قدرت کہ انھیں جب اس صدی کا مجدد بنایا گیا تو ان کے دنیا

کے کاموں میں آسانیاں فراہم کر دیں اور کار متعلقہ کے سارے مواقع ختم فرمادیئے۔

اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اپنے بھائیوں سے یہ کبھی نہ پوچھا کہ تم نے کتنا روپیہ وصول کیا اور کتنا اپنی بھانج کو دیا۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت، ص: ۵۴-۵۶، امام احمد رضا اکیڈمی)

زندگی بھر کڑی خدمت کرتی رہیں

”اماں جان“ نے اپنی ذمہ داری اور حقوق کی ادائیگی میں کسی بھی طرح کی کوئی کوتاہی کبھی نہ برتی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خوب خدمت کرتیں اور بڑی پابندی اور لگن سے کرتیں۔ سچ کہا جائے تو اعلیٰ حضرت نے جو تجدیدی خدمات انجام دی، اس میں ”اماں جان“ کی خاموش قربانیوں کا بڑا دخل ہے۔ بقول مولانا حسنین رضانوری علیہ الرحمہ:

”اعلیٰ حضرت کی ضروری خدمات وہ اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت کے سر میں تیل ملنا یہ اُن کا روزمرہ کام تھا، جس میں کم و بیش آدھا گھنٹہ کھڑا رہنا پڑتا تھا اور اس شان سے تیل جذب کیا جاتا تھا کہ اُن کے لکھنے میں اصلاً فرق نہ پڑے، یہ عمل اُن کا روزانہ مسلسل تاحیاتِ اعلیٰ حضرت برابر جاری رہا۔

اعلیٰ حضرت کے گھر کے لیے اُن کا انتخاب بڑا کامیاب تھا، رب العزت نے اعلیٰ حضرت قبلہ کی دینی خدمات کے لیے جو آسانیاں عطا فرمائی تھیں اُن آسانیوں میں ایک بڑی چیز

اماں جان کی ذات گرامی تھی۔ قرآن پاک میں رب العزت نے اپنے بندوں کو دعائیں اور مناجاتیں بھی عطا فرمائی ہیں۔ تاکہ بندوں کو اپنے رب سے مانگنے کا سلیقہ آجائے ان میں سے ایک دُعا یہ بھی ہے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور جہنم کے عذاب سے بچا۔

تو دنیا کی بھلائی سے بعض مفسرین نے ایک پاک دامن، ہمدرد اور شوہر کی جاں نثار بی بی مراد لی ہے۔ ہماری ”اماں جان“ عمر بھر اس دُعا کا پورا اثر معلوم ہوتی رہیں، اپنے دیوروں اور نندوں کی اولاد سے بھی اپنے بچوں جیسی محبت فرماتی تھیں گھرانے کے اکثر بچے انھیں اماں جان ہی کہتے تھے۔ اب کہاں ایسی پاک ہستیاں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا“

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص: ۵۰، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)



مولا علی ریسرچ سینٹر

کابنیادی مقصد یہ ہے کہ دنیا بھر کی لائبریریوں سے اسلاف کرام کی ایسی کتابیں حاصل کی جائیں جو اب تک شائع نہیں ہوئیں یا شائع تو ہوئیں مگر اب نایاب ہو چکی ہیں۔ اُن کتابوں پر از سر نو جدید انداز میں کام کیا جائے۔ اگر وہ کتابیں عربی یا فارسی زبان میں ہوں، تو اردو، ہندی اور انگلش تینوں زبانوں میں اُن کا آسان ترجمہ کیا جائے۔ عربی اور فارسی متن کی تحقیق کی جائے، مشکل کتابوں کی تسہیل کی جائے اور اُن کی اشاعت کروا کر انھیں دنیا بھر کی لائبریریوں، اہل علم، محققین، اسکالرز اور عوام تک پہنچایا جائے۔

Maula Ali Research Centre aims to acquire old Islamic manuscripts (Interpretations, Commentaries, Exegesis, etc.) of our ancestors from libraries across the world which have not been published; if published, they are no longer accessible, etc. and work upon its publication according to modern standards by carrying out research on the Arabic and Persian scripts, referencing, easy translation into multiple languages, mainly English, Hindi and Urdu, and lastly, printing and distributing it amongst the scholars, research experts, intellectuals and the entire Muslim Ummah.

MAULA ALI RESEARCH CENTRE
MINARA MASJID, MUMBAI

WWW.MINARAMASJID.COM

